ماہنامہ

مصباح

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية) ماہنامہ "مصباح" اگست ۲۰۰۹ء مطابق شعبان و رمضان ۱۴۳۰ھ

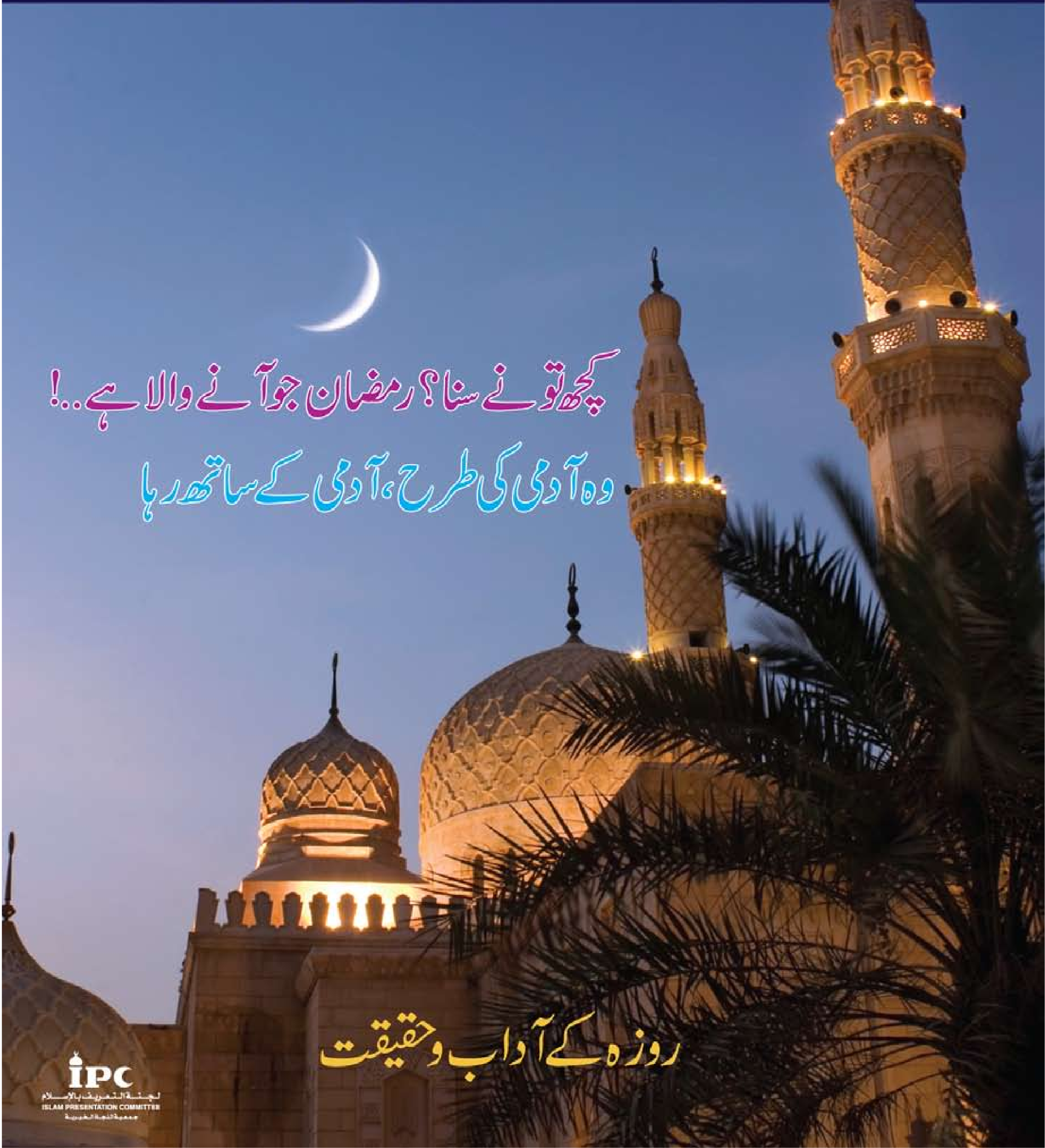

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح

ماہنامہ

ماہنامہ "مصباح" اگست ۲۰۰۹ء مطابق شعبان و رمضان ۱۴۳۰ھ

سرپرست اعلی

محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی

خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر

صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر

اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت

سید عبدالسلام عمری　شیخ عبدالسلام عمری

مجاہد خان عمری　محمد عزیز الرحمٰن

محمد شاہ نواز محمدی　شیخ حبیب الرحمٰن جامعی

گرافک ڈیزائن

نوشاد زین العابدین

www.zukhruf.net, Tel.99993072

ناشر

لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

رابطہ کا پتہ

IPC پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت

فاکس : 22400057

فون نمبر : 22444117 EXT. 104

ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in

ویب سائٹ: www.ipc-kw.com

4

دعا بھی کی ہے تم نے کبھی دعا کی طرح....؟

اس شمارے میں

تجلیات	پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ	2
صدائے عرش	روزوں کا مقصد	3
آئینۂ رسالت	سحری، کیا اور کیوں؟	3
ایمانیات	دعا بھی کی ہے ہم نے کبھی دعا کی طرح؟	4
دعوت وحکمت	دعاۃ کے لیے منصوبہ بندی اور وقت کی اہمیت (قسط:۲)	6
آدابِ زندگی	سفر کے آداب (قسط:۲)	7
سیرت کے البم سے	وہ آدمی کی طرح، آدمی کے ساتھ رہا	8
رمضانیات	کچھ تو نے سنا؟ رمضان جو آنے والا ہے...!	10
	روزہ کے آداب وحقیقت	12
ہدایت کی کرنیں	نفرتوں سے آگے....	14
	پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر	15
نکہتِ گل		16
خبر ونظر		17
باغیچۂ اطفال		20

❖ كلمة العدد(كيف نستقبل شهر رمضان) ❖ ما هى أهداف الصيام ؟ ❖ تسحروا فإن فى السحور بركة
❖ حقيقة الدعاء ❖ التخطيط فى الدعوة(سلسلة) ❖ آداب السفر
❖ كيف يعيش النبي صلى الله عليه وسلم فى بيته وأهله ❖ بعد البغضاء(لماذا أسلمت)
❖ آداب الصيام ❖ أوراق ذهبية ❖ أخبار العالم الإسلامي ❖ دوحة الأطفال
❖ مسابقة الرهيماني لحفظ القرآن الكريم ❖ ساحة الشعر

” رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔ لہذا اب سے جو شخص اس مہینہ کو پائے، اس کو لازم ہے کہ اِس پُورے مہینے کے روزے رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے یہ طریقہ بتایا جارہا ہے تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمہیں سرفراز کیا ہے، اُس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکرگذار بنو۔ “۔ (سورۂ بقرہ :۱۸۵)

صدائے عرش

شیخ حبیب الرحمٰن جامعی (کویت)

روزوں کا مقصد

یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ:۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔

روزہ عربی لفظ صوم کی اردو تعبیر ہے۔ شریعت میں ''اللہ کی رضا کی خاطر صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی سے ہم بستری جیسی خواہشوں سے رکے رہنا ہی روزہ ہے۔''

مذکورہ آیت میں اللہ تعالی نے اہل ایمان پر روزے کی فرضیت اور اس کی تاریخی حیثیت کو واضح کردیا ہے۔ روزہ، انسان میں دنیا و آخرت کی بہت ساری بھلائیوں کا باعث بنتا ہے، آدمی جب اللہ کے لیے، کھانے پینے اور مباشرت سے رک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں مشغول کردیتا ہے تو اللہ اسے تقوی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ اور تقوی ہی وہ بنیادی مقصد ہے جس کے لیے روزہ فرض کیا گیا ہے۔ تقوی بندے کو بداعمالیوں سے کنارہ کشی کا راستہ بتاتا ہے۔ اور وہ چھوٹے بڑے تمام گناہوں سے دامن بچاتے ہوئے زندگی کو رب کی بندگی کا نمونہ بناتا ہے۔ دل میں اللہ کا خوف اسے ہر ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے میں مددگار ہوتا ہے۔ اگر کوئی اللہ سے ڈرنے کا دعوی بھی کرتا ہو اور گناہوں کے ارتکاب سے باز بھی نہ آتا ہو تو وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہے کیوں کہ اس کا فعل اس کے قول کی تردید کررہا ہے اور اس کا عمل، اس کی زبان کو جھٹلا رہا ہے۔ وہ درحقیقت 'فریب نفس' کے مرض میں مبتلا ہے اور اس کا علاج صرف تقوی اور پرہیزگاری کی حقیقی زندگی اختیار کرنے ہی میں ہے کیونکہ ''رذائل سے علیحدگی اختیار کرنا اور فضائل سے آراستہ ہونا'' ہی تقوی ہے۔

کفر، شرک، نفاق، ریا، اعتقادی گمراہیاں، حرام، مکروہ اور ممنوع افعال واقوال اور حرکات وسکنات... ان سب کا شمار رذائل میں ہوتا ہے۔ نیز بغض وعناد، ظلم وجور، کبر وحسد، بخل و اسراف، جھوٹ اور بہتان جیسی اخلاقی کمزوریاں بھی رذائل میں شامل ہیں۔

فضائل میں ایمان، اخلاص، اطاعت، عبادت اور تمام اعتقادات حقہ اور کمالات روحانیہ کی طرح اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ بھی شامل ہیں۔ اس ماہ مبارک میں ہماری پوری کوشش اس بات کی ہو کہ ہم خود کو رذائل سے دور اور فضائل سے آراستہ کریں کہ یہی تطہیر قلب اور تزکیۂ نفس کا ذریعہ ہے۔ اسی سے ہم میں تقوی کی صفت آئیگی۔ روزہ کا مقصد بھی اسی سے پورا ہوسکے گا اور اللہ کی ان نعمتوں کے مستحق بھی بن سکیں گے جن کا اللہ نے اپنی کتاب میں وعدہ کیا ہے۔

آئینۂ رسالت

سحری، کیا اور کیوں؟

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ''تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً'' (بخاری و مسلم)

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''سحری کھالیا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے''

تاریخ میں روزہ رکھنے والی بہت سی قومیں ہوا کرتی تھیں۔ اہل کتاب بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ انکے اور ہمارے روزوں کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزہ کے درمیان فرق کرنے والی چیز سحری کا کھانا ہے۔''

روزہ کی نیت سے فجر سے پہلے کچھ کھالینے کو سحری کہتے ہیں۔ پیارے نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق سحری میں بڑی برکت ہے۔ یہ برکت دنیوی بھی ہے اور اخروی بھی۔ اس کے ذریعہ بندہ کو اللہ کی عبادت میں قوت حاصل ہوتی ہے، دن میں بھوک پیاس کی شدت سے روزہ دار بچ سکتا ہے اور اس سے نماز، تلاوت قرآن اور دوسرے اعمال صالحہ انجام دینے میں اسکو پھرتی اور نشاط حاصل ہوتی ہے۔

کچھ لوگ سحری میں کچھ کھانا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ رات ہی کھا پی کر سوجانے کو کافی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ روزہ ناقابل شمار اجر والی عبادت ہے۔ مسلم کی روایت میں ہے کہ انسان کے ہر عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا سوائے روزہ کے اس لیے کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا''۔ جب روزہ ایسی عظیم عبادت ہے تو ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا روزہ بھی نبی ﷺ کے طریقہ پر ہو۔ اہل کتاب سحری نہیں کھاتے تھے ہمیں ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی ہی سہی اس میں برکت ہے اور یہ جسمانی قوت کا سامان بھی، ایک روایت میں آپ ﷺ نے میں سحری کو 'بابرکت ناشتہ' سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے:

''سحری کا کھانا باعث برکت ہے، لہٰذا ایک گھونٹ پانی ہی سہی سحری کرنا نہ چھوڑو، کیونکہ اللہ تعالی اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں''۔

سحری تاخیر سے کھانی چاہیے، آپ ﷺ فجر سے تھوڑی دیر پہلے بالکل آخری وقت میں سحری کیا کرتے تھے۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہوگیے۔ راوی نے سوال کیا (فجر کی) اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟ زیدؓ نے فرمایا پچاس آیتوں کی (تلاوت کے) مقدار بھر۔ روزہ دار کو اس طریقہ نبوی کے اپنانے میں بڑے فائدے ہیں، بالخصوص فجر کی نماز میں سستی نہیں ہوتی اور نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوجاتی ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے، امید بہار رکھ

یہ بیسوں صدی کے آخری ایام کی باتیں ہیں۔ سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ بول رکھا تھا۔ اس کے بمبار طیارے معصوم افغانیوں کے پرخچے اڑا رہے تھے۔ اُدھر سرب درندے بوسنیا اور ہرزگوویا کے مسلمانوں کی نسل کشی پر تلے ہوئے تھے۔ کشمیر جل رہا تھا۔ قلبِ ملت پر اسرائیل کے قیام کے بعد سے، فلسطینی بچے شاید پلک بھر سو بھی نہ سکے تھے۔ عراق اور ایران برسرپیکار تھے۔ مسلمانوں کی دولت پر غیروں کا قبضہ تھا اور اس کی عزت کا پیراہن تار تار بھی۔ لگتا تو یہی تھا کہ ایک خدا کے پرستاروں کے لیے دنیا تنگ ہو چکی ہے۔ مگر اچانک حالات نے پلٹا کھایا... کہساری مجاہدین کے ایمان ویقین کے آگے دنیا کی ایک بڑی طاقت دم توڑ گئی تھی۔ زار کے چہیتوں پر ہزار لعنت، شہیدوں کے خون سے آلودہ اُن کے ہاتھ ٹوٹ چکے تھے اور بڑے بے آبرو ہو کر اُنہیں وہاں سے نکل جانا پڑا تھا۔ دوسری جانب مختلف ملکوں میں اسلام پسندوں کو نمایاں کامیابیاں ملنے لگی تھیں۔ امید تھی کہ اسلام ایک بار پھر "سیاسی قوت" بن کر دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہوگا۔ کفر والحاد کے دل کی خلش جبین کی شکن بن کر اُبھرنے لگی تھی۔ اہلِ نظر تو پیش گوئی بھی کر رہے تھے کہ "اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی"۔ مگر نہ جانے اسے کس کی نظر لگ گئی؟ کہ ملت کا خواب چھناکے سے ٹوٹ گیا۔ گیارہ ستمبر کا فسوں اپنا کام کر گیا تھا... WTC کی عمارتوں میں آگ کیا لگی کہ امت پر بجلیاں ٹوٹ پڑیں.... بلا تحقیق بیچاری امت پر "حادثے" کا فردِ جرم عائد کیا گیا۔ پھر تو ہر فردِ مسلم ایک "مشتبہ دہشتگرد" بن گیا۔ حق احتجاج چھین لیا گیا اور بنی آزادی کی جنگ بھی "ٹیرارزم" قرار دی گئی۔ سر اُٹھاتی سیاسی قوت کو کچل دینے کا اس سے بہتر موقع اور کیا ہوسکتا تھا۔ اسلام پسندوں کی بڑھتی عوامی مقبولیت، بہتان تراشیوں کی نذر ہوگئی۔ مقبولیت کی جگہ کراہیت نے لے لی۔ افغانستان میں خاک وخون کا کھیل چھیڑ دیا گیا، عراق لٹ چکا، اسکی دولت قبضۂ اغیار میں پہنچ بھی چکی، اب تو پاکستان بھی نشانے پر ہے۔ وہی پاکستان، ملت کی آنکھ کا تارا... خواجگانِ مغرب کے باجگذار حکمران، اسکی بکری کی سودا بازی تقریباً طے ہی کر چکے ہیں۔ ایران پر حاسدانہ نظریں گڑی ہوی ہیں۔ فلسطین کی چنگاریوں میں گاہے بگاہے ہوا دی جارہی ہے۔ دنیا کی دوسری بڑی مسلم آبادی والے ہندوستان میں، اُن کی بربادیوں کے مشورے ہیں۔ پوری ملت کے گرد مایوسیوں کا گھیرا ہے۔ "اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے" کے مصداق اپنی بے چارگی کی ملت خود ہی تصویر بنی ہوی ہے۔ ہر فردِ ملت خوف ودہشت کا شکار بھی ہے، شک وشبہ میں گرفتار بھی.....

یہی حالات ہیں کہ ایک بار پھر رمضان کا ماہِ مبارک امت کے سر پر سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ ماہِ رمضان کشتِ ویران میں زرخیزی کا پیامبر بن کر آتا ہے۔ اجر وثواب کا دریا تو اس میں بہتا ہی ہے، یہ درماندہ ملت کے لیے انقلاب کی علامت بھی ہے۔ کتابِ رحمت کا نزول اسی مہینہ میں ہوا تھا۔ وہ کتاب جس نے ظلم وناانصافی کا خاتمہ کیا تھا۔ اسی نسخۂ کیمیا کے سبب مظلوم ومغلوب قوم دنیا کی قیادت کے لائق ہوی اور اونٹوں کے چرانے والوں نے تہذیب کی شمعیں روشن کیں۔ عبداللہ کے راج دلارے ﷺ، درماندہ کارواں کی قیادت کے منصب پر فائز اسی میں ہوے تھے۔ ظلمتکدۂ انسانیت میں آپ ﷺ سپیدۂ سحر تھے۔ معرکۂ بدر بھی اسی ماہ میں واقع ہوا۔ قرآن نے اس کو "یوم الفرقان" کہا۔ یہ حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن جنگ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں کفر کی جڑیں کاٹ کر رکھ دی تھی۔ فتح مکہ بھی اسی مہینہ میں ہوی۔ یہ صرف ایک شہر کی فتح نہیں تھی بلکہ پوری دنیا کی قیادت کی تبدیلی کا اعلان بھی تھا۔ اذان بھی اسی ماہ میں شریعت کا حصہ بنی تھی۔ توحید ورسالت کا بانگِ دہل اعلان، باطل کے لیے نشتر سے کم نہیں ہوتا۔ پھر تا قیامت اسے امت کے وجود کی دلیل بھی بنادی گئی۔ عمرو بن العاصؓ کی قیادت میں مصر پر قبضہ اسی مہینہ میں ہوا۔ ماہِ رمضان ہی میں طارق بن زیادؒ نے اندلس میں فتح کا پرچم لہرایا تھا۔ نوجوان محمد بن قاسمؒ نے راجہ داہر کو شکست دے کر سندھ کو اسلامی سلطنت کا حصہ بھی اسی ماہ میں بنایا تھا۔ عمادالدین زنگی نے اسی مہینہ میں صلیبیوں کے خلاف جیت حاصل کی تھی۔ عثمانیوں نے ہنگری پر فتح بھی اسی ماہ میں حاصل کی..... یہ سب واقعات، اسی بات کی طرف تو اشارہ کر رہے ہیں کہ "ماہِ رمضان" نہ صرف "رحمت وبرکت" کا پیام لے کر آتا ہے بلکہ وہ مسلم کے حق میں "فتح ونصرت" کی نوید بھی لاتا ہے۔ ابتلاء وآزمائش اس ملت کی خمیر میں شامل ہے۔ اس کی تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گذرا ہے جب اسے طوفانِ بلاخیز کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو۔ مگر تاریخ ہی خود شاہد ہے کہ یہ ملت گرتے گرتے بھی سنبھل گئی ہے اور بسترِ مرگ سے بھی اُٹھ بیٹھی ہے..... ؎ عشق بڑھتا رہا سوئے دار ورسن، زخم کھاتے ہوئے مسکراتے ہوئے   راستہ روکتے روکتے تھک گیے، زندگی کے بدلتے ہوئے زاویے

اس امت نے ہمیشہ "خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا" پر یقین رکھا ہے۔ ظلمتِ شب کے بعد، نورِ سحر پر اس کا ایمان رہا ہے۔ زوال در زوال اس کا مقدر ہو نہیں سکتا۔ اس لیے آنے والے "ماہِ مبارک" میں ملت کا ہر فرد ایک نئے انقلاب کے لیے تیار ہو جائے، کہ ہلالِ رمضان ایک مکمل تبدیلی اور کلی انقلاب کا منادی بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ انقلاب کا آغاز ملت کے ہر فرد کے خود ہی تبدیلی کے عزم سے ہوتا ہے۔ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ اور جب اللہ کسی قوم کو شامت لانے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی"۔ (الرعد:۱۱)

سبزۂ نوخیز وہ انگڑائیاں لے کر اُٹھا   صبح ہونے کو ہے، تہ کر غفلتیں، بستر اُٹھا
بحر ہے بے چین، کشتی ڈال دے، لنگر اُٹھا   تاجِ شاہی منتظر ہے، اے مسلمان سر اُٹھا
دیکھ رحمت کی گھٹائیں، ماہی بے آب ہیں   تیری کھیتی پر برسنے کے لیے بے تاب ہیں

اعجاز الدین عمری

رب دوجہاں کے آگے اٹھادیں تو نہ مستقبل کے تاریک سائے ہمارے اطراف منڈرائینگے اور نہ مایوسیاں اپنا مقدر بن پائینگی، نہ حسرتیں ہمارا دامن گھیریںگیں، شرمندگی سے ہمیں سر نہ جھکانا پڑیگا، بلکہ سر بسجود، جسم کا رواں رواں اپنے معبود کی مدد کا طالب ہوگا۔

ہمارا نفس، ہمیں اللہ کی دی گئی اس ڈھارس کو یاد دلاتے ہوے کہ ''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو'' ایک خوش کن گمان ہمارے اندر ابھاریگا اور اپنے رب کی رضا کا طالب بنادیگا...حصول فلاح کیلیے ایمان کے وہ طریقے اپنانے پر مجبور کریگا جو نبی ﷺ نے بتائے ہیں ''جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو اور نمک کی ضرورت ہو تو بھی اللہ ہی سے مانگو''۔ ان اصولوں پر نہ صرف ہم کاربند رہیں گے بلکہ ہم اپنے بچوں کو بھی یہی سکھائیں گے، بچے بھی اپنا کامل بھروسہ اپنے خالق پر رکھ کر اپنی ضرورتوں کے لیے بے اختیار قادر مطلق سے رجوع کرینگے۔

اللہ نے فرمایا ''اے نبی، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اسکی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں'' اللہ کی ذات، اسکی زندہ جاوید ہستی، ہمارے بالکل قریب ہے، وہ ہماری پکار کو نہ صرف سنتا ہے بلکہ ہمیں اپنے جواب سے شرف بخشتا ہے۔

دعا عبادت بھی ہے اور اللہ کی قربت کا ذریعہ بھی، یہ مومن کا وہ ہتھیار ہے جو عذاب وہلاکت سے اسے بچاتا ہے، وہ دلوں کا قرار بھی ہے اور ذہنوں کی آسودگی کا سامان بھی، طوفان حوادث میں یہ زندگی کا سہارا ہے تو آلام ومصائب میں انسان کے چین وسکون کا امین ہے۔ جس طرح دھوپ سے کمہلائے پودے کو بارش کے پھوار سرسبز وشاداب کرتے ہیں دعا بھی مرجھائے دلوں میں شگفتگی لاتی ہے۔

دعا کرنا آدم علیہ السلام سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک سبھی انبیاء علیہم السلام کا شیوہ رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ اور اسلاف نے دعا کے ذریعے وہ برکات حاصل کیں کہ انسانی عقل دنگ رہ جائے۔ پھر کیوں ہم اپنے معبود برحق سے مانگنے میں لاپرواہی برتیں؟ ہم اس سے مانگنے کا وہ سلیقہ حاصل کیوں نہ کریں جو پیارے نبی ﷺ نے سکھایا۔ ہم اپنی حاجات ومشکلات ان کے سامنے ہرگز نہ رکھیں جو ہمارے لیے کچھ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور جو ہماری طرح بے بس ولاچار ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا ''جب کوئی مسلمان اللہ سے کچھ مانگنے کے لیے اسکی طرف منہ اٹھاتا ہے تو اللہ اسکا سوال ضرور پورا کرتا ہے'' یا تو اسکی مراد اسی وقت پوری ہوجاتی ہے یا اس کے لیے اسکی مانگی ہوئی چیز، آخرت کے لیے جمع فرما دیتا ہے یا دعا کے بدلے رنج وغم دور کردیتا ہے۔

> **جس طرح دھوپ سے کمھلائے پودے کو بارش کے پھوار سر سبزو شاداب کرتے ھیں دعابھی مرجھائے دلوں میں شگفتگی لاتی ھے۔**

دعا، پورے اخلاص اور اللہ پر سو فیصد یقین کے ساتھ کرنا چاہیے اگر بہت زیادہ مصیبت یا پریشانی میں ہو تو اللہ پر اپنی کسی ایسی نیکی کا واسطہ دینا چاہیے جو خالص اسی کے لیے کی گئی ہو۔ نبی ﷺ نے تین اشخاص کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک اندھیری رات میں ان لوگوں نے ایک غار میں پناہ لی خدا کا کرنا کہ پہاڑ سے ایک چٹان پھسل کر غار کے منہ پر آ پڑی، چٹان اتنی بڑی تھی کہ ان تینوں کی کوشش پر بھی ٹس سے مس نہ ہوئی، انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ وہ اپنی زندگی کے مخلصانہ اعمال کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کریں امید ہے کہ اللہ سن لے اور انہیں اس سے نکال دے۔

ان میں سے ایک جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا، وہ ہر دن آتے ہوے دودھ لاتا اور بوڑھے والدین کو جب تک نہ پلاتا اپنے بچوں کو ہرگز نہ دیتا۔ ایک دن اسکو دیر ہوگئی، اسکے آنے تک ماں باپ سو چکے تھے پر بچے جاگ رہے تھے، اس شخص نے ماں باپ سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا مناسب نہ سمجھا اور ماں باپ کی نیند میں خلل ڈالنا بھی۔ پھر یہ سوچ کر وہ رات بھر دودھ کا پیالہ لیے انکے سرہانے کھڑا رہا کہ مبادا وہ جاگ نہ جائیں اور انہیں بھوک ستائے۔ بچے اسکے پیروں سے چمٹ چمٹ کر رورہے تھے پر اسنے ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ اس شخص نے یہ عمل خالص اللہ رب العزت کے لیے کیا تھا، اس نے اپنے اس عمل کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا مانگی کہ وہ چٹان ہٹادے، تو چٹان اتنی ہٹی کہ آسمان نظر آنے لگا۔

دوسرے نے کہا کہ: ایک دفع اس نے کچھ مزدوروں سے کام لیا، سب کی اجرت دیدی پر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ کچھ دن بعد وہ شخص مزدوری لینے آیا تو اس نے بہت سی گائیں، بکریاں اور نوکر چاکر اسکے حوالے کیے اور کہا کہ لے جاؤ یہ سب تمہارا ہے، اس نے کہا: صاحب، مجھ سے کیوں مذاق کررہے ہو سیدھے سے میری ایک دن کی مزدوری لوٹادو، اس شخص نے یقین دلایا کہ وہ سارا مال اسی کا ہے اور بتایا کہ اس نے اس کی مزدوری کو کاروبار میں لگایا جو پھل پھول کر اس حد تک پہنچ گئی، پھر اس نے سارا کچھ مزدور کے حوالے کردیا۔ یہ عمل اس نے خالص اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا، اس نے جب اپنے اس عمل کا واسطہ دیکر اللہ کے آگے گڑگڑایا کہ وہ اس چٹان کو ہٹادے تو چٹان اور ہٹ گئی۔

تیسرے نے کہا کہ وہ اپنی چچازاد بہن کو بے انتہا چاہتا تھا، اسنے ایک بار اس سے کچھ رقم مانگی تو اس نے رقم مہیا کردی اور چاہا کہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلے لیکن اس عورت نے کہا ''اللہ سے ڈرو اور اس کام سے باز رہو'' یہ کہنا تھا کہ وہ شخص اٹھ گیا اور رقم بھی معاف کردی۔ اسنے اس عمل کو اللہ کے سامنے رکھا اور خوب گڑگڑا کر دعا مانگی کہ اس نے وہ عمل صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا تھا لہٰذا اس غار کے منہ سے چٹان کو ہٹادے، تو وہ چٹان ہٹ گئی۔

االلہ تعالی نے ان تینوں کی دعا سن لی تھی۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

یہ واقعہ، جہاں دعا کی اہمیت کو بتاتا ہے ہمارے لیے لمحہ فکریہ بھی ہے کہ کیا ہمارے نہاں خانہ حیات میں ایسا کوئی مخلصانہ عمل بھی ہے جسے ہم بوقت ضرورت اپنی حاجتوں کی برآری کے لیے اللہ کے آگے رکھنے کا فخر حاصل کرسکیں؟

طاہرہ بیگم سید عبدالکریم (کویت)

دعا بھی کی ہے تم نے کبھی دعا کی طرح....؟

"ابو آ گئے ابو آ گئے" کہتے ہوئے بچے محبت سے دوڑتے ہوئے آ کر اپنے باپ سے چمٹ گئے۔ باپ نے ان دونوں کو غصے سے اپنے سے جدا کیا اور چنگھاڑتی آواز میں اپنی بیگم کو بلایا اور حکم صادر فرمایا کہ "میں بہت پریشان ہوں،" ہٹاؤ انہیں یہاں سے" کہتے ہوئے وہ صوفے میں تقریباً ڈھے ہی گئے انہوں نے نہ بچوں کی معصوم شکلوں کو دیکھا اور نہ ہی انکے جذبات کا خیال کیا، کچھ دیر بعد انکا غصہ ٹھنڈا ہوا تو انکی شریک حیات نے انہیں میٹھی باتوں سے رام کیا اور محبت سے وجہ پوچھی تو انہوں نے بڑی مایوسی سے اطلاع دی کہ وہ جس کمپنی میں کام کرتے ہیں وہ اس ماہ کے اخیر تک اٹھ جائیگی، ملازمت چھوٹ جائیگی تو کیسے اپنے خاندان کی کفالت کر پائیں گے؟ اندیشوں سے گھرا دل، خوف میں ڈوبا لہجہ........

"کیا کروں، بہن ایک نہیں چار چار بیٹیاں سینے پر سل بنی بیٹھی ہیں...، جب جوان تھیں کئی رشتے آئے سبھی نکلے نکھٹو، دیکھتے دکھاتے کیسے انہیں کھائی میں دھکیلتی...؟ چھان پھٹک میں وقت گذرتا گیا چاروں جوانی کی دہلیز پار کر چکیں اور ہم بھی اس بوجھ کو لیے آخری منزل کی طرف رواں دواں ہیں؟ ہائے، کیا کروں.......؟ کیسے انکے رشتے کرواؤں؟ کسی پیر مرشد نے بھی تو کرم نہ کیا، انکے لیے زندگی بھر گھی کے دیئے جلائے، ہائے... میری بچیاں! کوئی سبیل نہیں... کوئی منزل نہیں.....؟"

حسرت و یاس و بے چارگی مترشح تھی انکے لہجے میں...!

"والد صاحب کینسر کے مریض، امریکہ کے ڈاکٹرس سے رابطہ کیا، پیسہ پانی کی طرح بہایا......، زندگی بھر انہوں نے ہماری پڑھائی اور پرورش کے لیے دن رات محنت کی۔ اب اپنی محنت کا پھل کھانے کا وقت آیا تو اس حالت کو پہنچ گیے...! کیسے انہیں موت کے منہ سے نکالوں...؟"

بے چینی و بے بسی سے بے کل لہجہ........

"دن رات پڑھائی کی، ایک لمحہ فالتو میں ضایع نہیں کیا، پر امتحان بڑا کٹھن تھا پاس ہونگا یا نہیں..؟ اگر نہ ہوا تو میں کیسے اپنے والدین کو منہ دکھاؤنگا، انکی ساری امیدیں مجھ سے وابستہ ہیں کیسے میں انکا سامنا کر پاؤنگا؟....."

امید و بیم سے دوچار لہجہ.........!

ہر طرف "کیا کریں؟" "کیسے کریں؟" کی صدائیں..

ہر کوئی الجھن کا شکار، ہر کوئی مایوس..سکون کی دولت سے محروم زندگی...اور بے سروسامانی کا دلشکن احساس...

آخر اسلام کی دولت سے بہرور اور ایمان کی رشنی کے حامل ہونے باجود ہر ایک کا دامن امن سے خالی کیوں ہے!؟۔ اپنے خالق و مالک پر ایمان کی کمی اور اپنی لیاقت و قابلیتوں پر کامل بھروسہ ہی تو ہے اس کا سبب۔ ہیں تو ہم مسلمان پر کبھی ہم نے اپنے مالک کو مختار کل مانا ہی نہیں! اللہ تعالی نے تو فرمایا تھا "جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اسکے لیے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اسکا گمان بھی نہ جاتا ہو، جو اللہ پر بھروسا کرے اس کے لیے وہ کافی ہے، اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے"

ایک جگہ اس طرح تعلیم دی کہ "اگر میں بیمار ہوتا ہوں تو پس وہی شفا دیتا ہے"

اللہ تعالی نے بات اتنی واضح طور پر بتائی ہے کہ اس سے ہٹ کر انسان کسی سے نہ ڈرے۔ پھر تینگہ حالات کا رونا کیسا، رزق کے چھننے کا ڈر کیسا، بیماری و ناکامی سے مایوسی کیسی؟ بچیوں کی نسبت کی فکر کیوں؟ لاولدی کا شکوہ کیسا؟ اللہ تعالی نے جس کے مقدر کا رزق جتنا رکھا ہے، وہ اسے دیکر رہیگا ایسے ذرائع سے جہاں انسان تو کیا اسکا تصور اور خیال بھی نہ جاتا ہو۔ جس لڑکی کا رشتہ جس سے جوڑا ہے، وہ اسے ڈھونڈتا آئیگا جتنے دن گردش کے لکھے جا چکے ہیں انہیں کوئی دور نہیں کرسکتا، اسی طرح فلاح و ناکامی سے ہمکنار بھی وہی کرنے والا ہے۔ پھر کیوں ہم واویلا مچائیں۔ نہ ہمارے پریشان ہونے سے کوئی حل نکل آتا ہے، نہ جاتا ہوا رزق لوٹ کر آتا ہے، نہ ہماری کوششیں رنگ لاسکتی ہیں اور نہ ہی کوئی ہماری مدد کرسکتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

"اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرسکتا ہے؟ پس جو سچے مومن ہیں انکو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے". پھر کیوں ہم حالات سے ڈریں اور انسانوں کی مدد پر بھروسہ کریں؟ اللہ تعالی نے ایک اور جگہ فرمایا ہے: "کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب اسے پکارے اور کون ہے وہ جو اسکی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟"

خلافت، بادشاہی، کشادگئی رزق، اولاد، شادی بیاہ، بیماریوں سے چھٹکارا، مشکلات سے نجات، احتیاجات کی تکمیل... سبھی حاصل ہو سکتے ہیں، بس حصول کے لیے شرط لازم یہ ہیکہ.....اللہ وحدہ لاشریک سے ہٹ کر کسی پر بھروسہ کیا جائے نہ مانگا جائے۔ اگر ہم اللہ کے آگے کامل خودسپردگی کے ساتھ مجسم عجز بن جائیں، اور ہاتھ اس

حافظ عبدالحفیظ عمری مدنی (کویت)

سفر کے آداب

سفر بھی انسانی زندگی کا ایک اہم مرحلہ ہے۔ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اسلام نے اس کے بھی آداب بتائے ہیں۔ لیجیے پڑھیے "سفر کے آداب" کی دوسری قسط (ادارہ)

(۳) مسافر کو چاہیے کہ اپنے پیچھے چھوڑنے والے لوگوں کو دعا دے: سفر پر جانے والے کو رسول ﷺ وصیت فرماتے کہ اپنے پیچھے چھوڑ جانے والوں کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالی انہیں اپنی حفاظت اور امان میں رکھے:

• موسی بن وردان کہتے ہیں کہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تا کہ انہیں اپنے سفر سے پہلے الوداعی دعا دوں تو انہوں نے فرمایا: اے میرے بھتیجے کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھاؤں جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے سکھایا ہے کہ میں کسی کو (سفر سے قبل) الوداع کروں تو (اسے یہ) دعا دوں: میں نے کہا، کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم کہو: أَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا تَضِيْعُ وَدَائِعُهُ۔ (بیہقی، احمد، ابن ماجہ: صحیح)۔ میں تمہیں اُس اللہ کی حفاظت میں دیتا ہوں جس کی امانتیں ضائع نہیں ہوتیں

• ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ إِذَا اسْتُوْدِعَ شَيْئًا حَفِظَهُ۔ (صحیح الجامع: ۱۷۰۸)۔ یقیناً جب کوئی چیز اللہ کی حفاظت میں دی جائے تو اللہ تعالی اس کی حفاظت فرماتا ہے۔

آج کل سفر کے وقت دعائیں دینے اور لینے کی اس سنت پر بہت کم ہی لوگ عمل پیرا ہیں، لہذا مسافر اور مقیم کو چاہیے کہ وہ مذکورہ دعاؤں کے ذریعہ ایک دوسرے کو الوداع کرنے کی اس سنت کو زندہ کریں۔

(۴) تنہا سفر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے: اس کے بہت سے نقصانات ہیں جس سے نبی کریم ﷺ نے امت کو خبردار کیا ہے:

• عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْوَحْدَةِ مَا أَعْلَمُ مَا سَارَ رَاكِبٌ بِلَيْلٍ وَحْدَهُ۔ اگر لوگ جان لیتے کہ تنہا (سفر کرنے) میں کیا (خطرات) ہیں جو میں جانتا ہوں تو کبھی کوئی سوار تنہا رات میں نہ چلتا۔ (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی)۔

• عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص سفر سے واپس ہوا رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: تمہارے ساتھ کون تھے؟ اس نے کہا کوئی نہیں، آپ نے فرمایا: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ۔ ایک مسافر شیطان ہے، دو مسافر دو شیطان ہیں اور تین مسافر جماعت ہیں۔ (ابوداود، ترمذی، حاکم، بیہقی: حسن)۔

امام خطابی فرماتے ہیں کہ تنہا سفر کرنا شیطانی عمل ہے، دو آدمیوں کے سفر کا بھی یہی حکم ہے، لیکن جب تین ہو جائیں تو وہ جماعت ہے۔ تنہا سفر کرنے والا اگر مر جائے تو اس کے غسل اور کفن دفن کا انتظام نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی وہ کسی کو اپنے مال وغیرہ کی وصیت کر سکتا ہے، لیکن جب تین آدمی ہوں تو باہمی تعاون سے یہ سارے کام انجام دے سکتے ہیں۔ (عون المعبود: جلد رابع: ۱۹۱/۷)۔

علامہ البانی فرماتے ہیں: شاید اس حدیث سے مراد، صحراء کا سفر ہے جہاں مسافر بہت کم ہی کسی کو دیکھ پاتا ہے، اس میں آج کل کا سفر داخل نہیں ہے جو معروف راستوں میں ہوتا ہے جن پر بہت سی سواریاں چلتی پھرتی ہیں۔ واللہ اعلم۔ (السلسلة الصحيحة: ج ۱، ص: ۹۳، حدیث: ۶۲)۔

(۵) سفر میں جب تین سے زائد آدمی ہوں تو ان میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لینا مستحب ہے:

• رسول اللہ ﷺ نے امت کو اجتماعیت کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ترمذی، صحیح الجامع: ۸۰۶۵)۔

• ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِيْ سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ (ابوداود: وقال الالبانی: حسن صحیح)۔ جب تین آدمی سفر کریں تو اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لیں۔

امیر کو چاہیے کہ اپنے ہم سفر ساتھیوں کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی مناسب رہنمائی کرے اور مامورین کو چاہیے کہ اس کی اطاعت کریں الا یہ کہ اگر وہ کسی گناہ کا حکم دے تو اس کی اطاعت نہ کریں۔ ان اصولوں پر عمل کرنے سے ہم سفر ساتھیوں کے مابین اتفاق رہے گا اور باہمی ناچاقی کے بغیر سفر خوشگوار گزرے گا۔

(۶) سفر میں کتا یا گھنٹی ساتھ رکھنا منع ہے: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ۔ (مسلم، احمد، ترمذی)۔ جس قافلے میں گھنٹی اور کتا ہو فرشتے ان کے ساتھ نہیں ہوتے۔

گھنٹی سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ وہ شیطان کی بانسری ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی آئی ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ۔ (مسلم، احمد، ابوداود)۔ گھنٹی شیطان کی بانسری ہے۔

سفر میں کتا نہ رکھنے کا سبب یہ ہے کہ: چونکہ کتا پالنا منع ہے اس لیے جو شخص سفر میں کتا رکھتا ہے وہ فرشتوں کی صحبت، ان کی دعائے مغفرت اور نیکی میں ان کے تعاون سے محروم ہو جاتا ہے اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ وہ ناپاک ہے۔ واللہ اعلم۔ (عون المعبود: مجلد ۴، جزء ۷، ۱۶۲)

شریعت کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسافر شیطانی ماحول سے بچ کر اسلامی آداب اور ماثور دعاؤں کا اہتمام کرے، تا کہ اُسے فرشتوں کی صحبت کا شرف حاصل ہو جو مسافر کے حق میں دعائیں کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

(۷) جمعرات کے دن اور صبح سویرے سفر پر نکلنا مستحب ہے: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ (بخاری) نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک میں جمعرات کے دن نکلے اور آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر پر نکلنے کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)۔

• اور امام احمد اور بخاری کی روایت میں ہے کہ: قَلَّ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيْسِ۔ (احمد، بخاری)۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو جمعرات کے علاوہ (دوسرے دنوں میں) بہت کم نکلتے۔

• رسول ﷺ نے صبح کے وقت میں برکت کی دعا فرمائی ہے: اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا۔ اے اللہ میری امت کے لیے اس کے صبح کے وقت میں برکت عطا فرما۔

صخر الغامدی بیان کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ جب کوئی لشکر یا وفد روانہ کرتے تو انہیں صبح سویرے روانہ کرتے۔ صخر ایک تاجر آدمی تھے وہ صبح سویرا اپنا مال تجارت کے لیے بھیجتے تھے، چنانچہ وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔ (احمد، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، صحیح الجامع: ۱۳۰۰)۔

• مسئلہ: جمعہ کے دن زوال کے بعد سفر کرنا منع ہے: اس کی تفصیل آگے آئیگی۔ (جاری)

دعاۃ کے لیے منصوبہ سازی اور وقت کی اہمیت

جاپان، جنگ عظیم میں مکمل تباہی اور گوشہ گمنامی سے نکل کر دس سال کے قلیل عرصے میں زندگی کے تمام شعبوں بالخصوص الیکٹرانک کے میدان میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بن گیا۔ یوروپ نے امن وسکون کے سو سال میں جس مسافت کو طے کیا، جاپان نے اپنی بلند ہمتی، حوصلہ، محنت اور وقت کی قدردانی کے ذریعہ صرف دس سال میں طے کرلیا۔

اگر جاپان وکوریا کے بت پرست اور مشرک باشندے یہ کام انجام دے سکتے ہیں تو کیا اللہ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آخرت کی جوابدہی کا احساس رکھنے والے یہ مہم سر نہیں کرسکتے؟

حقیقت یہ ہے کہ مسلم جماعتوں نے اسلامی ثقافت پر کم توجہ دی۔ امت مسلمہ کی تعلیمی اور سماجی مسائل کو قابل التفات نہیں سمجھا اور قیمتی وقت کو ضائع کردیا۔

کھوئی ہوئی چیز دوبارہ مل سکتی ہے، ہاری ہوئی بازی جیتی جاسکتی ہے لیکن وقت جو بیت گیا وہ نہیں لوٹ سکتا۔ انسان کو اپنے اوقات کا اسی طرح استعمال کرنا چاہیے جیسے کوئی حریص اپنی دولت کا استعمال کرتا ہے۔

انسان تیزی سے اللہ کی طرف دوڑ رہا ہے۔ سورج کا طلوع ہونا اور نئی صبح کی آمد اسی راستہ کا ایک مرحلہ ہے جس میں کہیں ٹھہراؤ نہیں۔ ٹرین اسٹیشن سے روانہ ہوتی ہے تو جتنی تیزی سے وہ پچھلی اسٹیشن سے دور ہوتی جاتی ہے اتنی ہی تیزی سے وہ دوسرے اسٹیشن سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ ٹرین کی طرح انسان بھی اگلی منزل کے لیے دوڑ رہا ہے یعنی اللہ کی طرف۔

وقت سے بھرپور استفادہ کی سب سے عمدہ صورت، ''وقت کی منصوبہ بندی'' (ٹائم پلاننگ) ہے۔ وقت کی منصوبہ بندی یا ٹائم پلاننگ ایسی تدابیر کے مجموعہ کا نام ہے جو اوقات کو مثمر اور موثر بنانے میں معاون بنتا ہے۔ وقت کی منصوبہ سازی سے مندرجہ ذیل باتوں کی مشق ہوتی ہے:

- منصوبہ سازی کے اندر اہم اور غیر اہم کاموں میں تفریق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ یعنی کن کاموں کو ترجیحی صورت دی جاسکتی ہے اور کن کاموں کو ساقط کیا جاسکتا ہے۔
- وقت کو موثر ترین طریقوں سے استعمال کرنے کی مہارت حاصل ہوتی ہے۔
- ان اوقات کی نشان دہی میں مدد ملتی ہے جن میں بہتر ڈھنگ سے کام کیا جاسکتا ہے۔
- ان اڑچنوں کو دور کرنے کا شعور حاصل ہوتا ہے جو تضیع اوقات کا سبب بنتی اور کام کے تسلسل میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔
- اس کے ذریعہ اپنی اثر انگیزی اور فعالیت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے اور کام کے دباؤ کو گھٹایا جاسکتا ہے۔ اپنے کو متحرک اور فعال رکھنے سے کئی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں

☆ خود اعتمادی اور خود اختیاری کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے

☆ بہتر نتائج کی لیاقت پیدا ہوتی ہے۔

☆ اپنے کام میں فرحت ونشاط محسوس ہوتا ہے۔

☆ کام کے اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات بھی چین و آسودگی میں گذرتے ہیں۔ وقت کی منصوبہ سازی سے داعی کو مہارت کے کئی سبق ملتے ہیں۔ جیسے اس کے لیے کون سے کام ضروری اور کون سے غیر ضروری ہیں۔ دعوتی امور میں کن باتوں کو ترجیح دینی چاہیے کہ اہم ذمہ داریاں خوش اسلوبی کے ساتھ تکمیل کے مراحل کو پہنچ سکیں۔ کس کام میں کتنا وقت صرف ہونا چاہیے۔ دعوت وارشاد کے لیے مطالعہ، تیاری، عنوان پر غور وفکر کے کون سے اوقات مناسب ہوسکتے ہیں۔ کس طرح کے احباب سے روابط رکھنے میں اسلامی کاز کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اور کس طرح کے اجنبی مہمانوں سے قدرے کنارہ کشی کی ضرورت ہے، جن سے دینی، علمی، فکری، سماجی اور اخلاقی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اور جو اس کے دعوتی کاموں میں غیر ضروری باتوں کے ذریعہ مخل ہوتے ہیں؟

> **وہ شام کو ساڑھے چار بجے چہل قدمی کے لیے نکلتا تھا۔ اس کا ڈھیلا ڈھالا کوٹ، ہاتھ کی چھڑی، اور مخصوص چال دور سے بتادیتی تھی کہ شام کے ساڑھے چار بجے ہیں۔ نہ زیادہ نہ کم اور یہی وقت شہر کی تمام گھڑیوں کا ہوتاتھا۔ لوگ اپنی گھڑیاں اس کی چہل قدمی کے وقت ٹھیک کرتے تھے۔ اس کا عقلی فلسفہ قابل تنقید ہوسکتاہے لیکن اس کی ٹائم پلاننگ '' قابل تعریف ہے ''**

جو داعی وقت کی منصوبہ سازی (ٹائم پلاننگ) نہیں کرتا اصل ہدف (دعوت وارشاد) کی ناکامی کا سبب بنتا ہے۔

لہٰذ داعی کے لیے وقت کی منصوبہ بندی ضروری ہے تاکہ مقصد اور بہتر نتائج کا حصول ممکن ہوسکے۔ اگر داعی کو دعوتی میدان میں محنت وجانفشانی کے باوجود خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا، اس کے معنی ہیں کہ اس کی نگاہ اصل ہدف، دعوت وارشاد پر نہیں تھی، اس سے کہیں چوک ہوئی ہے۔

کانٹ کی ٹائم پلاننگ

کانٹ (۱۷۲۴۔۱۸۰۴عیسوی) جرمنی کا مشہور فلسفی گذرا ہے، اس کے اوقات خاص نہج پر گذرتے تھے۔ اس کے معمولات میں ٹائم پلاننگ تھی۔ اس کے مطالعہ کا وقت مقرر تھا۔ اس کے سونے جاگنے کا وقت متعین تھا۔ احباب سے ملنے کا وقت مقرر تھا۔ وہ لمحات کی قدر کرتا تھا۔ اس کا ہر لمحہ کسی کام کے لیے مخصوص تھا۔ وہ جس شہر میں رہتا تھا اس کی کوئی صحیح گھڑی بھی اس کے معمولات کو مات نہیں دے سکتی تھی۔ وہ شام کو ساڑھے چار بجے چہل قدمی کے لیے نکلتا تھا۔ اس کا ڈھیلا ڈھالا کوٹ، ہاتھ کی چھڑی، اور مخصوص چال دور سے بتادیتی تھی کہ شام کے ساڑھے چار بجے ہیں۔ نہ زیادہ نہ کم اور یہی وقت شہر کی تمام گھڑیوں کا ہوتا تھا۔ لوگ اپنی گھڑیاں اس کی چہل قدمی کے وقت ٹھیک کرتے تھے۔ اس کا عقلی فلسفہ قابل تنقید ہوسکتا ہے لیکن اس کی ٹائم پلاننگ ''قابل تعریف ہے''

زندہ قومیں وقت کی منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ اس سے وقت کی بچت ہوتی ہے۔ ہر کام وقت پر انجام پاتا ہے نہ تنگی وقت کی شکایت رہتی ہے اور نہ کام ٹالنے کی نوبت آتی ہے۔ نہ مطالعہ کے وقت سونے کی حاجت ہوتی ہے، نہ سونے کے وقت مطالعہ کی نوبت آتی ہے۔ ٹائم پلاننگ نہ ہونے سے معمولی کام زیادہ وقت لیتے ہیں اور اہم کام کے لیے وقت نہیں بچتا۔ غیر ضروری امور زیادہ توجہ لیتے ہیں اور ضروری امور میں بے توجہی ہوتی ہے۔

زندہ قومیں وقت کی قدر کرتی اور اس کا صحیح استعمال کرتی ہیں کاموں کی منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ ترجیحات کی فہرست بناتی ہیں۔ آمد وخرچ کی منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ روز وشب کا ضابطہ بناتی ہیں۔ معاشی بہتری کا نقشہ بناتی ہیں۔ اصلاحات کی منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ ملی مفاد اور سیاسی برتری کا خاکہ بناتی ہیں۔

سے ایک عورت ام زرع کی من موہنا کردار پیش کرتی ہے۔ یہ کہانی ادبی لحاظ سے بڑی دلچسپ ہے۔ خاتمے پر حضورؐ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میں بھی تمہارے حق میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع، ام زرع کے لیے تھا...

گھر اور اس کے سازوسامان کے متعلق آپؐ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ زندگی اس طرح گزاری جائے جیسے مسافر گزارتا ہے فرمایا کہ میری مثال اس مسافر کی سی ہے جو تھوڑی دیر کے لیے سائے میں آرام کرے اور پھر اپنی راہ لے۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ آخرت کو منتہا بنائیں اور دنیوی زندگی کو ادائے فرض یا امتحان کے طور پر گزاریں۔ اور جنہیں یہاں کسی بڑے نصب العین کے لیے جدوجہد کرنی ہو ان کے لیے کیا موقع ہے کہ اعلیٰ درجہ کے مسکن بنائیں اور ان کو سازوسامان سے آراستہ کریں اور پھر ان میں مگن رہ کر لطف اٹھائیں۔

چنانچہ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے نہ اعلیٰ درجہ کی عمارتیں بنائیں اور نہ ان میں اسباب جمع کیے اور نہ ان کی زینت وآرائش کی۔ ان کے گھر ''بہترین مسافرانہ قیام گاہیں تھیں''۔ ان میں گرمی سردی سے بچنے کا اہتمام تھا، جانوروں کی مداخلت سے بچاؤ کا انتظام تھا، پردہ داری (PRIVACY) کا بندوبست تھا۔ اور حفظانِ صحت کے ضروری پہلو ملحوظ تھے۔ حضورؐ نے مسجد کے ساتھ ازواج کے لیے حجرات (چھوٹے چھوٹے کمرے) بنوالیے تھے۔ بجز صفائی کے اور کسی طرح کی آرائش نہ تھی۔ صفائی میں ذوق نبوت یہاں تک تھا کہ صحابہ کو تاکید فرمائی ''گھروں کے آنگن صاف رکھو''۔

سازوسامان میں چند برتن نہایت سادہ قسم کے تھے۔ مثلاً ایک لکڑی کا پیالہ (بادیہ) تھا۔ جس پر لوہے کے پتر لگے تھے اور کھانے پینے میں اس کا بکثرت استعمال ہوتا تھا۔ خوراک کا سامان جمع تو کیا ہوتا روز کا روز بھی کافی مقدار میں میسّر نہ ہوا۔ بستر چمڑے کے گدّے پر مشتمل تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ بان کی بنی ہوئی چارپائی رکھتے۔ ٹاٹ کا بستر استعمال میں رہا، جو دوہرا کر کے بچھایا جاتا۔ ایک بار چوہرا کر کے بچھایا گیا تو صبح دریافت فرمایا کہ آج کیا خصوصیت تھی کہ مجھے گہری نیند آئی اور تہجد چھوٹ گئی۔ معلوم ہونے پر حکم دیا کہ بستر کو پہلے ہی حالت پر رہنے دیا جائے۔ زمین پر چٹائی بچھا کر بھی لیٹنے کا معمول تھا۔ بعض اوقات کھرّی چارپائی کے نشانات بدن پر دیکھ کر رفقائے خاص رو دیے۔

ذرا حضرت عمرؓ کا چشم دید نقشہ سامنے لایئے۔ واقعۂ ایلاء کے زمانے میں انہوں نے حضورؐ کو اس عالم میں دیکھا کہ: ''آپ کھرّی چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم پر نشان پڑ گیے ہیں۔ ادھر ادھر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ ایک کونے میں کسی جانور کی کھال کیلی سے لٹک رہی ہے، یہ منظر دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگیے''۔ حضورؐ نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کی کہ قیصر وکسریٰ تو عیش کریں اور آپ کا یہ حال رہے۔ فرمایا ''عمر! کیا تم اس بات پر خوش نہیں کہ وہ لوگ دنیا لے جائیں اور ہمیں آخرت ملے''۔

(مولانا نعیم صدیقی کی کتاب ''محسنِ انسانیت'' سے ماخوذ)

قرآن کے عجائب

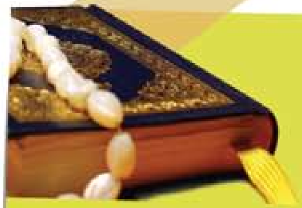

حارث الاعور بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد سے گزرا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ بحث کر رہے تھے۔ میں حضرت علیؓ کے پاس گیا اور کہا کہ اے امیرالمومنین! کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ لوگ آپس میں مناظرہ کر رہے ہیں۔ فرمایا: کیا وہ ایسے ہی ہیں۔ میں نے کہا: ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا کہ عنقریب فتنہ برپا ہوگا۔ میں نے کہا اس سے نکلنے کا کیا راستہ ہے یارسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ۔ اس میں تم سے پہلے لوگوں کے واقعات اور بعد میں آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں' یہ تمھارے درمیان حکم ہے اور اس کی بات قول فیصل ہے' مذاق نہیں ہے۔ کسی متکبر نے اگر اس کو چھوڑ دیا تو اللہ اس کو ریزہ ریزہ کردیگا اور جس نے قرآن کو چھوڑ کر کسی اور سے ہدایت طلب کی' اللہ اسے گمراہ کردیگا۔ یہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور یہ ذکر حکیم ہے۔ یہ سیدھا راستہ ہے' یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے صرف وہی شخص گمراہ ہوتا ہے جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔ اس سے زبانیں خلط ملط نہیں ہوتی۔ علماء اس سے سیر نہیں ہوتے۔ بار بار دہرانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جب جنوں نے سن لیا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے حتی کہ پکار اٹھے: (اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ) '' کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہم ایمان لائے'' جس کی بات اسکے حوالے سے ہو اس کی تصدیق کی جائیگی۔ جس نے اس پر عمل کیا اس کو اجر دیا جائیگا۔ جس نے اس پر فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف لوگوں کو بلایا اس نے سیدھے راستے کی طرف بلایا۔

(ترمذی: کتاب فضائل القرآن)

خواتین کے لیے خوشخبری

اردو دان خواتین کے لیے خوشخبری ہے کہ اس سال 21 شعبان سے 20 رمضان تک قرآنی پیغام کو سمجھنے کے لیے ''اسلامک ایجوکیشن کمیٹی کویت'' نے خواتین کے لیے 'دورۂ تفسیر القرآن' کا اہتمام کیا ہے۔

مقام: مسجد سعد مبارک الجری، قطعہ 1، ابوحلیفہ

وقت: صبح 9:30 سے 11:30 تک (ٹرانسپورٹ کا انتظام ہے) مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں........

99078166 - 97949655

وہ آدمی کی طرح، آدمی کے ساتھ رہا

مولانا نعیم صدیقی مرحوم

اکثر بڑے لوگ وہ کہلاتے ہیں جو پبلک لائف کے لیے ایک مصنوعی کردار کا چغہ پہنے رکھتے ہیں جو نجی زندگی میں اُتر جاتا ہے۔ باہر دیکھیے تو بڑی آن بان ہے، گھر پہنچے تو انتہائی پستی میں جا گرے۔ باہر سادگی اور تواضع دکھائی، گھر پہنچے تو عیش و تنعم میں ڈوب گیے۔ پبلک اور پرائیوٹ زندگی میں کسی شخص کا جتنا اختلاف اور فاصلہ ہوتا ہے، اتنا ہی اسکا مرتبہ ادنیٰ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو دیکھیے تو ایک ہی رنگ گھر میں بھی ہے اور گھر سے باہر بھی۔ حضرت عائشہؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ رسول خدا اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ آپ ﷺ آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑوں کی دیکھ بھال خود ہی کر لیتے۔ بکری کا دودھ خود دوہتے اور اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لیتے۔ نیز اپنے کپڑوں کو خود ہی پیوند لگا لیتے۔ اپنے جوتے کی مرمت کر لیتے اور یہ کہ اپنے ڈول کو ٹانکے لگا لیتے، بوجھ اٹھاتے جانوروں کو چارہ ڈالتے، کوئی خادم ہوتا تو اس کے ساتھ مل کر کام کرا دیتے۔ کبھی اکیلے ہی مشقت کر لیتے۔ بازار جانے میں عار نہ تھی۔ خود ہی سودا سلف لاتے...

لوگوں نے یہ بھی دریافت کیا کہ رسول خدا جب گھر میں ہوتے کیا رنگ رہتا؟

حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ "اَلْیَنَ النَّاسِ بَسَّامًا ضَاحِکًا" (سب سے زیادہ نرم خُو، متبسم، خندہ جبین) اور اس لینت کی شان یہ تھی کہ "کبھی کسی خادم کو جھڑکا نہیں"۔ حق یہ ہے کہ رسولِ خدا سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے اہل و عیال کے لیے شفیق نہ تھا۔ (مسلم)

ایک بار حضرت امام حسینؓ کے پوچھنے پر حضرت علیؓ نے بیان کیا: رسولِ خدا گھر میں آتے تو اپنا وقت تین طرح کی مصروفیتوں میں صرف کرتے۔ کچھ وقت خدا کی عبادت میں صرف ہوتا۔ کچھ وقت اہل و عیال کے لیے تھا۔ اور کچھ وقت اپنے آرام کے لیے۔ پھر انہی اوقات میں سے ایک حصہ ملاقاتوں کیلیے نکالتے جن میں مسجد کی عام مجالس کے علاوہ خصوصی گفتگو کرنے والے احباب یا مہمان آ آ کر ملتے یا کچھ لوگ ضروریات و حاجات لے کر آتے۔ دیکھا جائے تو آرام کے لیے بہت ہی کم وقت رہ جاتا تھا۔

ازواجِ مطہرات کے نان نفقہ اور مختلف ضروریات کا انتظام بھی آپکو کرنا ہوتا پھر انکی تعلیم و تربیت بھی آپؐ کے ذمے تھی۔ پھر انہی کے ذریعے طبقۂ خواتین کی اصلاح کا کام جاری رہتا عورتیں مسائل لے کر آتیں اور ازواجِ مطہرات کی معرفت دریافت کرتیں، اس کے باوجود گھر کی فضا کو آپ ﷺ نے خشک اور بوجھل نہ بننے دیا۔ اور نہ اس میں کوئی مصنوعی انداز پیدا ہونے دیا۔ گھر ایک انسانی گھر کی طرح تھا جس کی فضا میں فطری جذبات کا مد و جزر رہتا۔ اس میں آنسوؤں کی چمک بھی ہوتی اور تبسموں کی لمعانی بھی، محبتیں بھی کارفرما تھیں اور کبھی کبھار رشک کا کھچاؤ بھی پیدا ہوتا، پریشانیاں بھی رہتیں اور تفریح کے لمحات بھی آتے حضورؐ اس باغ میں آتے تو نسیم کے جھونکے کی طرح آتے اور ایک عجیب شگفتگی پھیل جاتی، بات چیت ہوتی، کبھی کبھی قصہ گوئی بھی ہوتی، اور دلچسپ لطائف بھی وقوع میں آتے، مثلاً اپنا ایک واقعہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خزیرہ (گوشت کا قیمہ کر کے پانی میں پکاتے اور اس پر آٹا چھڑکتے جو ساتھ ہی پکتا) تیار کیا۔ حضرت سودہؓ بھی موجود تھیں اور رسولِ خدا دونوں کے درمیان بیٹھے تھے۔ بے تکلفی کی فضا تھی، میں نے سودہؓ سے کہا کہ کھاؤ۔ انہوں نے انکار کیا، پھر اصرار سے کہا کہ کھاؤ۔ انہوں نے انکار کیا، پھر اصرار سے کہا کہ تمہیں ضرور کھانا ہوگا۔ انہوں نے پھر انکار کیا۔ ادھر سے پھر کہا گیا کہ اس میں سے کھاؤ ورنہ میں اُٹھا کر تمہارے منہ پر مل دوں گی۔ حضرت سودہؓ نے بھی ہٹ دکھائی۔ حضرت عائشہؓ نے خزیرہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور واقعی حضرت سودہؓ کے منہ پر لیپ دیا۔ اس بے تکلفی پر حضور خوب ہنسے اور سودہؓ سے کہا کہ تم اس کے منہ پر ملو تا کہ حساب برابر ہو جائے چنانچہ سودہؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضور مکرّر ہنسے۔

ایک موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ آئے تو حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کے ساتھ شوخی سے بات کرتے پایا۔ غضب ناک ہو کر مارنے کو چلے۔ حضور نے ان کو ٹھنڈا کیا کہ کوئی خاص بات نہیں ہے اسی غصہ میں جناب صدیق چلے گیے۔ ان کے جانے کے بعد آپؐ نے بڑے تیکھے انداز میں حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ہم نے تمہیں اس شخص سے بچا لیا۔

گھریلو زندگی کے اس فطری اتار چڑھاؤ کو بعض لوگ اسلامیت کے تصور سے فروتر پاتے ہیں اور خصوصاً نبی کریمؐ کے گھر کا نقشہ کچھ ایسا ذہن میں رکھتے ہیں کہ اس میں کوئی غیر انسانی پُتلے رہتے تھے جن میں نہ کوئی جذبہ تھا، نہ خواہش..... حالانکہ وہ گھر انسانوں کا گھر تھا۔ اور اس میں سارے انسانی جذبات کام کرتے تھے مگر اس گھر میں معصیت نہ تھی۔ اس لحاظ سے وہ نمونے کا گھر تھا۔ راتوں کو جب حضور بستر پر ہوتے تو اہل و عیال سے عام باتیں ہوتیں۔ کبھی گھریلو امور پر، کبھی عام مسلمانوں کے مسائل پر۔ یہاں تک کہ کبھی قصہ کہانی بھی سناتے۔ ایک بار آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے ام زرع کی کہانی بیان کی۔ اس کہانی میں گیارہ عورتیں اپنے اپنے خاوندوں کا کردار آپس میں بیان کرتی ہیں ان میں

رمضان، یہ وقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا، اطاعت و سپردگی کی راہ سے منزل تقوی کو پانے کا۔ تقوی، زندگی کے سفر میں بیش بہا زادِ راہ ہے، قدر و قیمت میں کوئی اس سے بڑھ کر نہیں، معیارِ عمدگی میں کوئی اس سے بہتر نہیں۔ ''اور زادِ راہ ساتھ لے جاؤ اور سب سے بہتر زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔'' (قرآن) تقوی، اس کے بغیر تو کوئی بھی عمل شرفِ قبولیت پا نہیں سکتا۔ ''اللہ تو متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے''۔ (قرآن) تقوی، عفو و درگذر اور اجر و ثواب کا انحصار اسی پر تو ہے؟ ''جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیوں کو اس سے دور کرے گا اور اس کو بڑا اجر دیگا'' تقوی، اگر روزہ جیسی عبادت سے بھی حاصل نہ ہو اور ماہِ رمضان بھی اس کے حصول کے لیے محرک نہ بنے تو پھر کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجئے۔

سچ تو یہ ہے کہ جس کے دل کے آنگن میں تقوی کی پود، اُگتی ہے، رب جلیل کا خوف اس میں سماجاتا ہے، کلامِ الٰہی پر عمل کا جذبہ ابھرتا ہے، نعمت شکر پر ابھارتی ہے تو غربت قناعت پر اکساتی ہے متقی، دل میں انگڑائیاں لیتیں ہزاروں خواہشوں کا خون کرتا ہے۔ تمناؤں کی تکمیل پر سجدۂ شکر بجالاتا ہے۔ اگر زندگی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکے تو دامنِ صبر ہاتھ سے چھوٹنے نہیں دیتا جسکے وجدان میں تقوی کی کیفیت طاری ہو، وہ اللہ کے حضور سر بسجدہ اور سراپا نیاز بنا رہتا ہے۔ اپنوں میں ریشم کی طرح نرم اور پیکر محبت بن جاتا ہے تو جان وایمان کے دشمن کیلیے فولاد ہو کر بھی عدل وانصاف کو تھامے رہتا ہے۔ متقی انہیں سارے اوصاف کے ساتھ خداوند قدوس کے پاس عزوشرف اور مقام و مرتبت کا اہل قرار پاتا ہے۔ ''درحقیقت تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے'' (قرآن)۔

نفس کا تزکیہ، رمضان کے روزوں کا مقصد ہے تو کردار و گفتار کی تطہیر اُن سے مطلوب ہے۔ اگر کسی نے رمضان کے روزوں سے گل افشانیٔ گفتار اور شبنم افشانیٔ کردار نہیں سیکھی اور وہ ''دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے'' کے طرزِ قدیم کو چھوڑنے کیلیے تیار نہ ہو تو اس پر رسول رحمت ﷺ کا یہ قول صادق آیگا ''مَن لَّم یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَۃٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَہٗ وَشَرَابَہٗ'' روزہ، روزہ دار کے قول وعمل میں صدق وصفا پیدا نہ کرے تو اسکا بھوکا پیاسا رہنا' تعذیبِ نفس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اللہ کے پاس تو اسکی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہوگی اور ان سے اجر و ثواب کی امید رکھنا سراب کے پیچھے دوڑنے کے برابر ہے۔

وقت اپنی رفتار کے آگے نہ کل کو چھوڑا ہے نہ آج اور آئندہ کو چھوڑیگا۔

جو تھا نہیں ہے، جو ہے نہ ہوگا، یہی ہے اک حرف محرمانہ — قریب تر ہے نمود جسکی، اسی کا مشتاق ہے زمانہ

وقت کی بھڑکتی ہوئی آگ' بڑی سرعت اور تیزی کے ساتھ ہفتوں' مہینوں اور سالوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے.....اور

''پاسباں آنکھیں ملے، انگڑائی لے، آواز دے — اتنے عرصے میں تو اپنا کام کرجاتی ہے آگ''

ایک مسلمان کے حق میں دن اور رات کے یہ لمحات بڑی قیمت رکھتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لمحوں کی خطائیں صدیوں تک ترسائیں؟

رمضانِ مبارک تو وقت کا ایک بیش بہا تحفہ اور بندۂ مومن کیلیے رب کریم کا ایسا عطیہ ہے کہ ''کس منہ سے شکر کیجیے، اس لطف خاص کا'' کیا ہی اچھا ہوتا کہ مسلمان یقینِ محکم اور عمل پیہم کے ذریعہ اس ماہ میں اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرتا کہ ''بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا''۔ ماہِ رمضان آئے اور دل تقوی کی کیفیات سے سرشار نہ ہو، ذہن واخلاق پاکیزہ اقدار سے آشنا نہ ہوں زندگی کو بندگیٔ رب کا نمونہ بنانے کے لیے تمنائیں بے تاب نہ ہوں، روزے کی بھوک اور پیاس دردِ دل اور دردِ انسانیت پیدا نہ کریں' رمضان کی وحدتِ تنظیم اوقات و عبادات' یکجہتی اور یکسوئی کی بنیادوں کو مضبوط نہ کریں' اسکی شب بیداریاں' مقصدِ حیات اور ادائے ذمہ داری کے احساس کو حرکت نہ دیں' قرآن کریم کی عقیدت بھری تلاوت، مسلمان کو'' قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن'' کی مثال نہ بنائے تو پھر اسکی حرمان نصیبی پر رسول ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہی سنا سکتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ''کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَکَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ'' (کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں کہ انہیں ان کے روزوں کے بدلے حاصل ہونے والی چیز صرف (بھوک اور) پیاس ہے اور رات میں ٹھہر کر عبادت کرنے والوں میں ایک بڑی تعداد ایسوں کی ہے کہ خدا کے حضور ان کا طویل قیام (تھکن اور) رات جاگنے کی سزا کے علاوہ کچھ دینے والا نہیں ہے۔

''بہت دنوں میں راستہ، حریمِ ناز کا ملا
مگر حریمِ ناز تک، پہنچ گئے تو کیا ملا
مرے سفر کے ساتھیوں ! تمہیں سے پوچھتا ہوں
بتاؤ کیا صنم ملے ؟ بتاؤ کیا خدا ملا؟''

اعجاز الدین عمری (کویت)

کچھ تو نے سنا؟ رمضان جو آنے والا ہے!

"یہ اڑتی اڑتی سنی ہے ہم نے، ہے آمد آمد ادھر تمھاری
ہم آرزؤں کی ساری بستی نئے سرے سے سنوارتے ہیں
بڑھو لپک کر کہ یہ سعادت کسی کو نت نت نہیں ملیگی،،

مطلعِ فلک پر ہلال "ماہ رمضان "نمودار ہونے کو ہے۔ جہان آدمیت ستم کش انتظار ہے۔اور دل مسلمان کیف و مستی میں سرشار.........روح پرور و انقلاب آفریں ماحول میں زندگی کا رخ بدلنے کے لیے ہر کوئی بیتاب ہے......ہوائیں راگنی گا رہی ہیں اور فضا جھوم اٹھی ہے۔

ماہ رمضان، دریائے معصیت میں ہچکولے کھاتے سفینۂ حیات کے لیے پتوار بن کر سہارا دیتا ہے۔ یہ جہانِ شب گزیدہ میں طلوعِ آفتاب کی نوید اور خزاں رسیدہ چمن میں فصل گل و لالہ کی آمد کا مژدۂ جانفزا سناتا ہے.....رمضان خیرات و برکات کا مہینہ ہے۔رب ذوالجلال نے اسی ماہ میں اپنا کلام اتارا ہے اور اس ماہ کو پانے والے پر روزہ رکھنا ضروری قرار دیا ہے، اس کی راتوں میں قیام کو رسول ﷺ نے مسنون ٹھہرایا ہے۔ یہ مہینہ جب بھی آتا ہے، بندے خداوندِ قدوس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، خود کو بھوکا پیاسا رکھتے ہیں، خواہش دل کو لگام دیتے ہیں، کلامِ الٰہی کا حرف حرف جوش عقیدت سے پڑھتے ہیں، خیرات و صدقات سے مجبور و بے بس انسانوں کی جھولی بھرتے ہیں، خدا کے حضور "اک بار خطا ہوتی ہے سو بار ندامت ہوتی ہے" کا پیکر بن جاتے ہیں تو اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ سلوک روا رکھنے میں "نگہ بلند، سخن دلنواز و جاں پر سوز" اور "بات میں اتنی نغمگی، نغمگی میں اتنی تازگی" کا من موہک منظر پیش کرتے ہیں۔ادھر آسمان والا خدا خیر و برکت کے سماں سے سماں باندھتا ہے، بارانِ رحمت جوش میں آتی ہے، گناہوں کے گرد چھٹنے لگتے ہیں اور اجر و ثواب کا دریا موجزن ہوتا ہے، پھر جب گناہوں کے دلدل میں لت پت انسان، بارگاہ خداوندی میں فریاد لے کر پہنچتا ہے کہ

"رحم کر، اپنے نہ آئینِ کرم کو بھول جا — ہم تجھے بھولے ہیں لیکن، تو نہ ہم کو بھول جا
خلق کے راندے ہوئے، دنیا کے ٹھکرائے ہوئے — آئے ہیں اب تیرے در پر، ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں — کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب کی ملت میں ہیں
حق پرستوں کی اگر کی، تو نے دلجوئی نہیں — طعنہ دیں گے بت، کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں،،

قلب مسلم کی صدا "پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے" کے مصداق، "خاک سے اٹھتی ہے، گردوں پہ گذر رکھتی ہے"۔ نالہائے جگر سوز آسمان چیر جاتے ہیں، درِ عرش پر دستک دیتے ہیں اور فلک کے اس پار ایک ہلچل سی مچاتے ہیں، اشک بے تاب سے لبریز فسانۂ دل، عرش والے کی رحمانیت کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔قرآن کہتا ہے" اور اے نبی میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں"۔ وہ بندوں سے پوچھتا ہے "کون ہے جو بے قراری کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون ہے جو تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔"

ماہِ مبارک جب بھی وارد ہوتا ہے، بندوں کی نجات اور بخشش کا عام اعلان ہوتا ہے، باغ و چمن (جنت) کا در کھلتا ہے اور بابِ جہنم پر تالا لگتا ہے، گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے، نیکیوں کو پروان چڑھایا جاتا ہے۔شیاطین کے پیروں میں زنجیر اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنائی جاتی ہیں۔ رب کریم تقاضا کرتے ہیں کہ اب وہ وقت آچکا ہے کہ تم اپنا جائزہ لو، زندگی کو رخ انقلاب دو اور موجِ طغیانی کا رخ موڑ دو۔پکارنے والا پکار کے کہتا ہے "یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ" اے خیر کے متلاشی، قدم بڑھا اور اے خطا کار و خطا بین، اب رُک تو سہی۔ یہاں مایوسیوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ یہاں بدکار آتا ہے خطا بخشوا کر جاتا ہے۔ کسی مانگنے والے کے لیے یہ در کبھی بند نہیں ہوتا.....

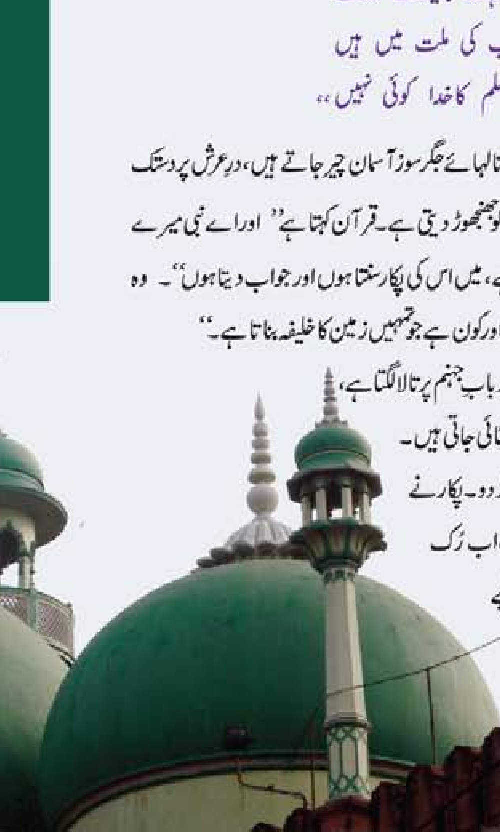

سچائیوں سے ہم ابتک غافل رہے؟ پھر کیا تھا جو وقت پڑھائی پر صرف ہونا تھا وہ حقیقت کی جستجو کی نذر ہو گیا۔ میں نے اپنے شکوک وشبہات والدین اور اپنے جاننے والوں کے سامنے رکھے۔ میں نے ان سے پوچھا "خدا کو کس نے دیکھا ہے؟ یہ کس کی تصاویر اور مورتیاں ہیں جنکو ہم پوجتے ہیں؟ ویدوں میں تو مورتی پوجا سے روکا گیا ہے تو پھر ہم ابتک کیوں انکی پوجا کیے جا رہے ہیں؟ میں نے ماں سے رام، سیتا، گنیش کی کہانیوں کے متعلق بھی پوچھا جس سے وہ ناراض ہوئیں اور کہدیا کہ ہمارے آباء واجداد نے جو کیا وہی ہم بھی کر رہے ہیں۔ بات آئی گئی ہوئی۔ دوسرے دن، میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا ہی تھا کہ سورہ بقرہ کی یہ آیات میری نظروں سے گذریں جنہیں پڑھکر میں دم بخود رہ گیا۔ میں نے ماں سے کہا کہ اللہ تعالی نے مجھے حقیقت بتا دی ہے۔ پھر میں نے انہیں وہ آیات پڑھکر سنائیں "اور ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالی کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، گو انکے باپ دادا بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں" یہ اور اس جیسی بہت سی آیتیں ....جو میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔

جب مجھے اس بات کا پتہ چل گیا کہ سوائے شرک کے سب گناہ معاف کیے جائینگے تو میں نے مورتی پوجا چھوڑ دی اور چھپ چھپ کر اسلامی طور طریقے اپنانے لگا۔ اس طرح میرے ذہن میں جو بھی سوالات ابھرتے ان سب کے جوابات مجھے قرآن سے مل جاتا۔ اسکے بعد میں نے علی الاعلان اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور اب اللہ کے فضل وکرم سے نہ صرف یہ کہ میں نے اسلام قبول کرلیا ہے بلکہ میرے پاس دین کی جو کچھ بھی معلومات تھیں انہیں اپنے گھر والوں کو بھی بتا تا رہا ہوں۔

میں، بی، ای، کرنا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی میں نے ڈپلوما مکمل کیا حالات نے مجھے گھر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ الحمدللہ میری بہن نے اسلام قبول کیا اور میری ہمنوا بن گئی۔ ہمیں اپنے گھر والوں کو چھوڑنا پڑا۔ ایک سال تک ہمیں بغیر ملازمت، بغیر کسی ذریعۂ معاش کے کسمپرسی کی حالت میں گذارا کرنا پڑا۔ بہر حال اللہ تعالی نے ہمارا ساتھ دیا اور ہمارے حالات درست ہوے، ہم حق اور سچائی پر جمے رہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا "اگر وہ کہتے ہیں کہ ایمان لائے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ آزمائے نہیں جائیں گے"؟ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہمارے لیے مواقع فراہم کیے، ہمارے جینے کا سامان کیا۔ میں مجبوراً ایک جگہ ملازمت کر رہا تھا، جہاں مجھے وقت پر نماز ادا کرنے کی سہولت نہیں تھی تو میں نے وہ جاب چھوڑ دی۔ یہی نہیں بلکہ جہاں بھی مجھے اپنی نمازوں کے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑتا، نوکری کے ان سبھی آفرس کو میں نے چھوڑ دیے۔ اس کے مقابلہ میں دو ہزار کی کم تنخواہ پر اکتفا کرنے کو میں نے بہتر سمجھا۔ اور آج الحمدللہ، اللہ تعالی نے مجھے اس سے بہتر ملازمت عطا کی ہے۔ اللہ نے ہمیں اسلام کے لیے چن لیا۔ ہمارے لیے تو یہی بہت کچھ ہے۔

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

محمد سہیل ایک پاکستانی ہیں۔ امریکہ کی نیویارک سٹی میں انہیں 'لانگ آئی لینڈ' نامی جنرل اسٹور ہے۔ ایک شب جب وہ اپنی دکان بند کرنے کی تیاری کر رہے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں ڈنڈا اٹھائے دوکان میں داخل ہوا اور دوکاندار کو دھمکانے لگا کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس کو فوراً میرے حوالے کردو، ورنہ میں اس ڈنڈے سے تمہیں مار ڈالوں گا۔ اتنا سننا تھا کہ دوکاندار سہیل نے اپنے آپ پر قابو رکھتے ہوئے دراز کھولنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، تاکہ لٹیرا یہ سمجھے کہ وہ رقم نکال کر اس کے حوالے کر رہا ہے۔ لیکن سہیل نے اپنے ہوش کو قابو میں رکھا اور دراز کے نیچے رکھی ہوئی گن اٹھالی، اور لٹیرے سے گرجتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے ڈنڈا پھینک دے اور گھٹنوں کے بل زمین پر اس کے سامنے بیٹھ جائے۔

لٹیرے نے ڈنڈا ہاتھ سے پھینک کر خود کو سہیل کے سپرد کر دیا پھر وہ بچوں کی طرح زاروقطار رونے لگا۔ میں نے یہ کام مجبوری میں کیا ہے، میرے بچے بھوکے ہیں، کئی روز سے ان بچوں کو کھانا نہیں ملا، یہ کام کرنے میں صرف اس لیے نکلا ہوں کہ ان بچوں کے پیٹ کی آگ بجھا سکوں۔ اس نے دکاندار سے گزارش کی کہ وہ اسے پولس کے حوالے نہ کرے۔ اس کی باتوں سے سہیل کا دل پسیج گیا اور اس نے اس لاچار لٹیرے کو معاف کرتے ہوئے اسکو چالیس ڈالر اور کھانے کے لیے کچھ روٹیاں دیں۔ دکاندار کی اس رحم دلانہ برتاؤ اور اس کے حسن اخلاق سے لٹیرا بہت متاثر ہوا، اور سوال کر بیٹھا کہ تم کیوں میرے ساتھ یہ معاملہ کر رہے ہو جب کہ میں تو تمھاری دکان میں لوٹنے کی خاطر آیا تھا؟! اس مؤمن بندے نے کہا کہ ہمارے اسلام میں ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، لاچار اور مجبور کی مدد کرو۔ سہیل کی باتوں نے اس کے دل میں بھی مسلمان بننے کی خواہش کو جنم دیا اور اس نے کہا کہ میں ابھی اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر سہیل نے اس کو کلمہ پڑھایا اور اسے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ اب تم مسلمان ہوگئے۔ اور ہمارے بھائی بن گئے۔ سہیل نے معاملے کی پولس میں کوئی رپورٹ درج نہیں کروائی لیکن حسن اتفاق کہ کسی طرح سے میڈیا کو اس کی خبر ہوگئی۔ میڈیا نے بھی اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس واقعہ کو منظر عام پر لایا، امریکی چینل سی این این نے کلوز سرکٹ ٹی وی پر اس سارے واقعہ کی تصویریں بھی دکھائی اور سہیل کا انٹرویو بھی نشر کیا۔ لمحوں میں ایک دکاندار جس کو کوئی نہیں جانتا تھا ہر جگہ اس کے چرچے ہونے لگے۔ حقیقت تو یہ ہے اللہ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔ بندہ کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔

اگر آج بھی ہمارے مسلمان بھائی اس طرح کی چھوٹی چھوٹی اور اچھی اچھی باتیں لوگوں کو بتائیں، اور چلتے پھرتے جہاں موقع ملے، اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوسکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم خود بھی ان پر عمل پیرا ہوں۔

محمد خالد اعظمی (کویت)

نفرتوں سے آگے.....!

ایک ایسے نو جوان کے قبولِ اسلام کی داستان ،جو اسلام کے خلاف صرف آگ اُگلنا جانتا تھا. مگر ہدایت کا فیصلہ زمین پرنہیں ،آسمانوں میں ہوتا ہے. نفرتیں کیسے محبتوں میں بدل گئیں سنیے خود اسی کی زبانی۔

میرا نام محمد عمر راو ہے۔ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں۔ یہ اللہ تعالی کا احسان ہے کہ جب میں ۱۸ سال کی عمر کا ہوا تو (۶ سال پہلے) اس نے مجھے ہدایت کے راستہ میں ڈال دیا۔ اب میں اپنے احساسات آپ سب کے ساتھ بانٹنا چاہتا ہوں اس لیے کہ میں نے اپنی حالات زندگی، دو غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ شیئر کیا تو انہوں نے بھی اسلام کے متعلق سوچا، قرآن کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور اللہ کے حکم سے اسلام قبول کیا۔ ہوسکتا ہے کچھ اور غیر مسلم بھائی بھی میرے خیالات سے متفق ہوں اور شاید انہیں بھی ہدایت ملے، اسی امید کے ساتھ میں نے یہ اوراق ارسال کیے ہیں۔ اللہ قبول فرمائے (آمین)

میری پیدائش ایک متوسط، دقیانوسی برہمن خاندان میں ہوی، میرے والد صاحب ایک پرائیویٹ فرم میں بحیثیتِ ٹیکسٹائل انجینیر، کام کرتے ہیں اور والدہ صاحبہ بحیثیت ٹیچر، جسکی وجہ سے میری تعلیم وتربیت کی ذمہ داری میرے ننھیال والوں نے نبھائی، مسلمانوں کے ساتھ گہری نفرت بھی انکی تربیت کا خاصہ رہی۔ خاندان والوں نے مسلمانوں کے خلاف جو نفرت کا بیج میرے ذہن میں بویا تھا، وہ تناور درخت بن گیا۔ اور جس نے مجھے بالآخر آر ایس ایس (ہندو شدت پسند تنظیم) سے جوڑ دیا۔ میرے دل میں مسلمانوں کے خلاف اتنی شدید نفرت تھی کہ میں ہر پبلک جلسے میں علی الاعلان اپنی نفرت کا سیال لوگوں کے کانوں میں انڈیلتا رہتا، اوقاتِ اذان حتی الامکان موسیقی کی آواز کو تیز کر دیتا، اندرونِ دل میں ایک شدید خواہش ہوتی کہ میں اس آواز کو میوزک کی آواز تلے اس طرح دبا دوں کہ کوئی ایک مسلم بھی اذان کی آواز سن نہ پائے۔ اسی نفرت کی بنیاد پر میں نے اپنی عبادات اور تیز کر دیں، تقریباً ہر دن شہر کے ہر مندر کا چکر لگاتا۔ میری ان عادات سے میرے خاندان والے بڑے خوش اور مطمئن تھے اور وقت بوقت مجھے سراہتے، میری حوصلہ افزائی کرتے۔

گرمائی چھٹیاں شروع ہوئیں تو میری ماں نے مجھ سے کہا کہ کیوں نہ میں قریب کی کمپنی جوائن کرلوں (جو ایک مسلمان صاحب کی تھی) جس سے گھر کے لیے کچھ آمدنی بھی ہو جائیگی اور وقت کا کچھ اچھا مصرف بھی نکل آئیگا، یہ سن کر میں چراغ پا ہوگیا۔ کیونکہ میں بچپن ہی سے مسلمانوں سے نفرت کرتا تھا تو کیسے انکے ہاں غلامی کر سکتا تھا؟ یہ مجھ سے ہرگز ممکن نہیں تھا۔ میرا غصہ دیکھ کر میری ماں نے چپ سادھ لی اور پھر کبھی انہوں اس بات کا ذکر نہیں کیا۔ میں نے بھی گھر کی ضروریات کے پیش نظر گرمائی تعطیلات میں ایک غیر مسلم کے ہاں نوکری کر لی۔ اسطرح چند سال میں نے اپنے والدین کو بھی مطمئن رکھا اور خود کو بھی لیکن مجھے وہ ملازمت پسند نہیں آئی اس لیے چھوڑ دی۔ میں اپنی پڑھائی پوری کرنا چاہتا تھا تاکہ ایک بہتر جاب حاصل کرسکوں، میں نے پڑھائی پر زیادہ توجہ دینی شروع کردی۔ اسی اثناء میں میری ماں اور بہنوں نے اسی مسلم بھائی کے ہاں جاب کرنی شروع کردی۔ انہوں نے صرف دو ماہ انکے ہاں نوکری کی لیکن انکے اخلاق سے متاثر ایسی ہوئیں کہ دن رات انکی تعریف میں رطب اللسان رہنے لگیں۔ مجھے تو اس شخص سے گہری نفرت ہو چلی تھی اسلیے کہ میرے اپنے، میرے سامنے ایک ایسے شخص کی تعریف کر رہے تھے جس کے مذہب سے مجھے بچپن ہی سے بیر تھا۔ یہی نہیں بلکہ میرے گھر والوں نے طعنہ بھی دینا شروع کیا کہ میں گھر کی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور مجھے مجبور کیا گیا کہ میں اس شخص کیساتھ کام کروں۔ چنانچہ باوجود نفرتوں کے وہاں کام کرنے کی میں نے ہامی بھر لی۔ جب میں وہاں کام کرنے لگا تو اس سے میری نفرت میں اور اضافہ ہوگیا کیونکہ وہاں کام کرنے والے کچھ غیر مسلم ملازمین اسلام قبول کر چکے تھے۔ میں نے اپنے آپ سے ایک چیلینج کیا کہ اسلام کو نیچا دکھا کر میں اپنے مذہب کی سچائی کو ثابت کر کے رہونگا۔ اسی غرض سے میں نے اللہ تعالی کی دی ہوی تھوڑی بہت عقل کا استعمال کرتے ہوے دونوں مذاہب کا تقابلی مطالعہ شروع کردیا۔ میں نے جناب عبداللہ یوسف علی کا انگریزی مترجم قرآن پڑھنا شروع کیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ میرا دل اسلام کی طرف مائل ہوا جارہا ہے اور میرے اندر اسلام کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کا شوق جاگ رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ میں اس اندیشے میں بھی مبتلا تھا کہ جس مذہب کے نام پر میں یہ جو کچھ کر رہا ہوں وہ بالکل غلط ہے اور مجھے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ میں جس مذہب کا معتقد ہوں وہ صرف چند فرضی کہانیوں اور من گھڑت قصوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ڈھیر سارے شکوک وشبہات، مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہے تھے، میرے اندر اور باہر ایک شور برپا تھا، میرے دل ودماغ میں کئی سوال مچل رہے تھے کہ آخر میں کس سمت میں اور کہاں جا رہا ہوں؟ میں کیا کروں اور کدھر جاؤں؟ اسوقت میری کیا ذمہ داری ہے؟ کیوں

مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص محل تعمیر کرے مگر پورے شہر کو منہدم کردے۔ اگر ضرورت سے زیادہ کھایا جائے تو حلال کھانا بھی روح کے لیے مضر ہوتا ہے۔ اسی لیے روزہ کھانا کم کرنے کی تربیت کرتا ہے۔ وہ بہت بے وقوف ہوگا جو دوا تو زیادہ نہ کھائے کہ ضرر سے بچے، لیکن زہر کھالے۔ حرام کھانا زہر ہے جو دین کو برباد کرتا ہے، حلال کھانا ایک دوا کی طرح ہے جس کا کم کھانا مفید ہے اور زیادہ کھانا مضر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا“۔ بعض کہتے ہیں یہ وہ روزہ دار ہے جو حرام کھانے سے روزہ افطار کرے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ کے دوران طعام حلال سے تو رکا رہے، لیکن لوگوں کا گوشت کھاتا رہے، یعنی غیبت کرتا رہے جو حرام ہے۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے اعضاء کو گناہ سے نہ بچائے۔

۵۔ رزق حلال : پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال کھانا بھی کم ہی کھاؤ۔ اتنا نہ کھاؤ کہ پیٹ پھول جائے۔ اس لیے کہ اللہ کے نزدیک حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی بھر جانے والی چیز نہیں، اگرچہ کھانا حلال ہو۔ شیطان پر غالب آنے اور شہوت کا زور توڑنے میں روزہ سے کیا مدد ملے گی اگر روزہ دار افطار کے وقت دن بھر کی بھوک پیاس کی تلافی کردے اور ایک وقت میں اتنا کھالے جتنا دن بھر میں کھاتا تھا۔ افطار کے وقت کھانے کی انواع واقسام زیادہ ہوتی ہیں ۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں اچھے اور نفیس کھانے اتنے زیادہ کھا جاتے ہیں کہ اور دنوں میں کئی مہینے بھی یہ کھائیں۔

ظاہر ہے کہ روزہ کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور خواہش نفس کو قابو میں رکھنا ہے، تاکہ نفس میں تقوی پیدا ہو۔ اب اگر کوئی صبح سے شام تک تو معدہ خالی رکھے، پھر لذیذ کھانوں سے خوب پیٹ بھرلے، تو نفس کی خواہشات اور لذتیں دوبالا ہوجائیں گی، اور ایسی خواہشات بھی بیدار ہوجائیں گی جو روزہ نہ رکھتا تو نہ ابھرتیں۔ بہتر یہ ہے کہ رات کو بھی اپنا پیٹ اتنا خالی رکھے کہ تہجد اور دیگر وظائف میں آسانی ہو، شیطان دل کے پاس نہ آنے پائے، اور عالم ملکوت کے دیدار سے فیض یاب ہوسکے۔ اگرچہ صرف پیٹ کا خالی رکھنا بھی کافی نہ ہوگا، جب تک وہ اپنی فکر اور ارادہ کو اللہ کے علاوہ ہر مقصود سے خالی نہ کرلے۔

۶۔ خوف ورجا : چھٹا ادب یہ ہے کہ روزہ افطار کرنے کے بعد خوف ورجا کی کیفیت طاری ہو۔ امید رکھے کہ اللہ تعالی اس کا روزہ قبول فرمائے گا اور اسے مقربین میں شامل کرے گا۔ ساتھ ہی ڈرے کہ شاید اس کا روزہ قبول نہ کیا جائے اور اللہ کے غضب کا مستحق ٹھہرے، حقیقت یہ ہے کہ ہر عبادت سے فارغ ہونے کے بعد یہی کیفیت ہونا چاہیے۔

یہ روزہ کے وہ چھ آداب ہیں جن کو ملحوظ رکھنے ہی سے روزہ حقیقی معنوں میں صحیح ہوتا ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عقلمند آدمی کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی خوب ہے، اور بے وقوف آدمی کا روزہ رکھنا اور جاگنا بھی برا ہے! کہا گیا کہ یقین اور تقوی کے ساتھ ذرہ برابر عبادت، غلط کاریوں کے ساتھ کی ہوئی پہاڑ کے برابر عبادت سے افضل ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ بہت سے روزہ دار درحقیقت بے روزہ ہوتے ہیں، اور بہت سے بے روزہ، روزہ دار۔ بے روزہ روزہ دار وہ ہیں جو کھاتے پیتے تو ہیں مگر اپنے اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور روزہ دار بے روزہ وہ ہیں جو کھانے پینے سے تو رک جاتے ہیں، لیکن اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہیں روکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، روزہ ایک امانت ہے، ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنا چاہیے۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ ”اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰى اَهْلِهَا“ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو، تو اپنے دست مبارک کو اپنے کان اور آنکھ پر رکھا، اور فرمایا کہ کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا بھی امانت ہے۔

بدگمانی

اسلام چاہتا ہے کہ معاشرہ کے اندر قلوب کی صفائی اور باہمی اعتماد ہو۔ شکوک وشبہات اور وہم وگمان کی فضا نہ ہو۔ بلکہ اس نے ان ساری چیزوں کو حرام بتایا۔ قرآن نے کہا: ﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾

”اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں“۔ (الحجرات:۱۲)

یہ ظن جو باعثِ گناہ ہے بدگمانی ہے۔ اور مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے کسی وجہِ جواز اور کسی واضح دلیل کے بغیر بدگمان ہوجائے۔ لوگوں کو اصلاً بے قصور سمجھنا چاہیے اور بدگمانی کے وسوسوں میں پڑ کر اُن پر تہمت لگانے کا موقع نہیں پیدا کرنا چاہیے۔ ارشادِ نبوی ہے: اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثُ ”بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے“ (البخاری)

انسان بشری کمزوری کے باعث بعض لوگوں کے سلسلہ میں شک وگمان سے اپنے کو بالکل بچا نہیں سکتا۔ خاص کر ان لوگوں کے بارے میں جن سے تعلقات کشیدہ ہوں ۔ لیکن اسے ان خیالات کے آگے سپر نہیں ڈالنا چاہیے اور نہ ان کے پیچھے چلنا چاہیے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ : اِذَا ظَنَنْتَ فَلَا تُحَقِّقْ یعنی ”جب بدگمانی پیدا ہو تو اسے صحیح خیال نہ کرو“ (الطبرانی)

(علامہ یوسف القرضاوی)

دل کے غبار

برسات میں برگ وبار دُھل جاتے ہیں
گلشن نہیں ، کوہسار دُھل جاتے ہیں
ایسی بھی کوئی گھٹا برستی اے کاش
جس سے دل کے غبار دُھل جاتے ہیں
(ماہرؔ)

امام ابوحامد محمد الغزالیؒ

روزہ کے آداب و حقیقت

حقیقی روزہ کے لیے، جو اعضاء کو گناہوں سے روکتا ہے، چھ آداب ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔

۱۔ نگاہ کا روزہ : پہلا ادب یہ ہے کہ نظر نیچی رکھو۔ جن چیزوں کی طرف نگاہ ڈالنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، ان کی طرف نگاہ کو نہ جانے دو۔ جن چیزوں کو دیکھنے سے دل بھٹکتا ہو اور اللہ کی یاد سے غفلت طاری ہوتی ہو، ان کو نہ دیکھو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، نظر ڈالنا (ایسی چیزوں پر جن سے اللہ نے روکا ہے) شیطان کے تیروں میں ایک زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ جو کوئی اللہ کے خوف سے نگاہ بد سے رک جائے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان کی حلاوت کا مزا عطا کرے گا۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پانچ چیزیں ایسی ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک جھوٹ، دوسرے غیبت، تیسرے چغلی، چوتھے جھوٹی قسم، اور پانچویں شہوت کی نظر۔

۲۔ زبان کا روزہ : دوسرا ادب یہ ہے کہ زبان سے بے ہودہ بات نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، غیبت نہ کرو، چغلی نہ کھاؤ، فحش گفتگو نہ کرو، جھگڑا نہ کرو، بات نہ کاٹو۔ زبان کا روزہ یہ ہے کہ خاموش رہے، ان گناہوں سے بچے، اور اسے اللہ کی یاد اور تلاوت قرآن میں مشغول رکھے۔ سفیان ثوری کہتے ہیں کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مجاہد نے کہا کہ دو چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ایک غیبت، دوسرے جھوٹ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ”روزہ ڈھال ہے (گناہوں سے بچاؤ کے لیے)۔ تم میں سے کوئی روزہ سے ہو تو نہ فحش بکے، نہ بدکلامی اور فضول گوئی کرے، نہ چیخے چلائے، اور اگر کوئی گالی دے یا لڑنے پر اتر آئے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں“۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن گزرنے کے ساتھ، بھوک اور پیاس کی شدت سے ان کی حالت خراب ہوگئی۔ انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آدمی بھیجا، اور افطار کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس آدمی کو ایک پیالہ دیا، اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں سے کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہے اس پیالہ میں قے کردو۔ ایک عورت نے قے کی تو آدھا پیالہ تازہ گوشت اور خون سے بھر گیا، دوسری نے قے کی تو پیالہ پورا بھر گیا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں نے اس غذا سے تو روزہ رکھا جو اللہ نے حلال کی ہے، اور جو چیز اس نے حرام کی ہے اسے کھاتی رہیں۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھیں تو دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کردی۔ دونوں نے لوگوں کا جو گوشت کھایا تھا، وہی گوشت پیالے میں ہے۔

۳۔ کان کا روزہ : تیسرا ادب یہ ہے کہ کانوں کو بری بات سننے سے روکو۔ اس لیے کہ جن باتوں کا زبان سے نکالنا حرام ہے، ان کا سننا بھی حرام ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ حرام کا مال کھانے والوں کا ذکر ساتھ ساتھ فرمایا ہے۔ ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ یہ کان لگا کر جھوٹ سننے والے، اور حرام کا مال کھانے والے۔ (المائدہ ۵:۴۲)

اسی طرح اس نے یہ بھی ارشاد فرمایا

﴿لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ﴾ ”کیوں ان کے علماء اور مشائخ انہیں گناہوں کی بات کہنے اور حرام کھانے سے نہیں روکتے“۔ (المائدہ ۵:۶۳)

غیبت سننا اور خاموش رہنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، پھر تو تم بھی انہی کی طرح ہوئے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہوں میں برابر کے شریک ہیں۔

۴۔ اعضاء کا روزہ : چوتھا ادب یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کو گناہوں سے روکو، اور افطار کے وقت ایسے کھانے سے بچو جس کے بارہ میں حرام ہونے کا شبہ بھی ہو۔ اگر دن بھر تو وہ کھانا بھی نہ کھاؤ جو حلال ہے، اور افطار حرام کھانے سے کرو، تو کیا روزہ ہوا؟ ایسے روزہ دار کی

حجاب کا کھلے عام مذاق

پیرس: ۔فرانسیسی صدر نکولس سارکوزی نے اپنے اہم پالیسی خطاب میں برقعہ پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے پہننے سے عورتوں کی حیثیت غلام کی سی ہو جاتی ہے اور اس سے ان کا وقار کم ہو جاتا ہے۔ سارکوزی نے ایک پارلیمانی کمیشن کے قیام کی بھی حمایت کی جس کا مقصد اس بات پر غور کرنا ہے کہ کیا عوامی مقامات پر برقع پہننے پر پابندی لگائی جائے۔

سارکوزی نے یہ بھی کہا کہ ''ہم اپنے ملک میں ایسی خواتین کو قبول نہیں کر سکتے جو ایک جالی کے پیچھے قید، سماجی زندگی سے دور اور اپنی شناخت سے محروم ہو کر رہ گئی ہو۔''

فرانس یورپ کی سب سے زیادہ مسلم آبادی والا ملک ہے جس میں ۵۰ لاکھ سے زیادہ مسلم آباد ہیں۔

پاکستان میں منشیات کی لعنت

کراچی۔حکومت پاکستان نے ایک رپورٹ جاری کیا ہے کہ ۱۵ سے ۴۵ سال کی عمر کے ۵ لاکھ مرد، ہیروئن اور انجکشن کے ذریعے منشیات کے عادی ہیں۔ پاکستان میں ہیروئن کے عادی افراد کی کل تعداد کا ۴۳ فیصد بیروزگار جبکہ ۲۶ فیصد کل وقتی ملازم ہیں۔ پاکستان میں ۲۵ سے ۳۴ سال کے ۴۰ فیصد مرد ہیروئن کے عادی ہیں۔ ہیروئن کے عادی افراد میں سے ۲۲ فیصد معمولی کام کاج، ۱۸ فیصد خاندانی معاونت، ۱۶ فیصد بھیک مانگ کر، ۱۳ فیصد منشیات بیچ کر جبکہ ۱۱ فیصد چھوٹی موٹی چوری اور جیب تراشی کے ذریعے اپنے نشے کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔

دبئی میں 3,763 افراد مشرف با اسلام

صرف 6 ماہ میں 1,365 افراد مسلمان ہوگئے۔ خواتین کی تعداد زیادہ

محکمہ امور اسلامی کے دفتر پر نومسلم ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے

دبئی۔ دبئی میں محکمہ امور اسلامی کے سربراہ بدئی خلفان الکعبی نے بتایا کہ جاریہ سال ماہ جنوری تا جون تقریبا 1365 افراد مشرف با اسلام ہوئے جبکہ گذشتہ سال ان کی تعداد 878 تھی۔ ان میں خواتین کی تعداد زیادہ ہے۔ فلپائن کی 32 سالہ خاتون فلیونا رویا فرنانڈیز، اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کسی مسلمان کو اپنا مذہب بدلتے نہیں دیکھا۔ الکعبی بتایا کہ اسلام کی رواداری، شفافیت، تقوی اور حرمت و عفت جیسے اقدار قبولیت اسلام کا سبب بنے۔

پاکستانی کا عالمی ریکارڈ

اسلام آباد ۔پاکستان کے شہر ڈیرہ اسماعیل خان کے ہونہار ۱۲ سالہ بابر اقبال نے کمپیوٹر کی دنیا میں دبئی میں ہونے والے امتحان میں چوتھا بین الاقوامی ریکارڈ قائم کر دیا۔ بابر اقبال مائکروسافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل، سرٹیفائیڈ انٹرنیٹ ویب اور سرٹیفائیڈ وائرلس نیٹ ورک ایڈمن) کی دنیا میں تین بین الاقوامی ریکارڈ قائم کیا ہے۔

ڈاکٹر فتحی یکن

ڈاکٹر فتحی یکن ایک ممتاز عالم دین اور داعی تھے۔ وہ شمالی لبنان کے تریپولی شہر میں ۹ فروری ۱۹۳۳ میں پیدا ہوئے انہوں نے عربی زبان اور اسلامیات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ شیخ یکن ۱۹۵۰ کی تحریک اسلامی کے بانیوں میں سے تھے۔ وہ ۱۹۶۲ سے ۱۹۹۲ تک لبنانی جماعت اسلامی کے جنرل سکریٹری رہ چکے ہیں۔ جب انہوں نے لبنانی پارلیمنٹ میں سیٹ حاصل کی تو وہ سیاسی میدان کے ایک فعال کارکن کی حیثیت سے ابھرے اور ۱۹۹۶ کے انتخابات نے انکی شخصیت کو واضح طور پر اجاگر کیا۔

دوراہی، ایک منزل

گذشتہ جون ,انقلاب کی خواهاں ملت کے لیے یکے بعد دیگرے دو اشخاص کی موت کی خبر روح فرسا ثابت هوی.بیسویں صدی میں احیائے اسلام کو اپنا نصب العین بنانے والی تحریک اسلامی کے آسمان سے ٹوٹنے والے ان دو ستاروں میں سے ایک تحریک اسلامی لبنان کے بانی رکن ڈاکٹر فتحی یکن تھے تو دوسرے 1941 میں مولانا مودودیؒ کی قیادت میں اٹھنے والی جماعت اسلامی کے تاسیسی اجتماع میں شریک رهنے والے میاں محمد طفیل هیں.دونوں نے اسوۂ حسنہ کو مشعل راہ بنایا هوا تها.دونوں کی زندگی کا صرف ایک هی مقصد تها.. کلمۂ حق کی سربلندی . اسلام ,دونوں هی کے لیے اوڑهنا بچهونا تها. "الله کی زمین پر الله کے قانون کا نفاذ" دونوں کے دنوں کی سرگرمیوں اور رات کی بے چینیوں کا سبب تها. پهر اسی تگ و دو میں ان غازیان راہ حق نے اپنی جان, جان آفریں کے سپرد کردی. ۔

آسماں اُن کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا میاں طفیل محمد

میاں طفیل محمد ۱۹۱۴ء کو انڈیا کی ریاست پنجاب میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنے علاقے کے پہلے مسلمان وکیل تھے لیکن سید مودودیؒ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے وکالت کا پیشہ ترک کر دیا اور جماعت سے وابستہ ہوگئے۔ وہ مارچ ۱۹۴۴ء سے دسمبر ۱۹۶۵ء تک جماعت اسلامی پاکستان کے سکریٹری جنرل رہے۔ مولانا مودودیؒ کے بعد ۲۱ اکتوبر ۱۹۷۲ء سے ۶ نومبر ۱۹۸۷ء تک جماعت اسلامی پاکستان کی امارت آپ کے ذمہ رہی۔ سید علی ہجویریؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' کا آپ نے اردو میں ترجمہ کیا ان کی تصانیف سب سے زیادہ مقبول ہوا۔

اعجاز الدین عمری (کویت)

جب غیرت، ضرورت پر بازی لے گئی

یہ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسوی صدی کے آغاز کے ایام تھے سلطنت عثمانیہ مختلف ناحیوں سے بڑی کمزور ہوی جارہی تھی اسکے حدود کے حصے بخرے ہو چکے تھے، پوری سلطنت قرض کے بوجھ تلے دبی ہوی تھی۔ مسائل کا چومکھی حملہ جاری تھا..... مگر آج بھی وہ ساری دنیا کی ملت اسلامیہ کی امیدوں کا محور تھی۔ خلافت عثمانیہ، ان حالات میں بھی امت کی وحدت کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

سلطان عبدالحمید اس آسمان سے ٹوٹنے والا آخری ستارہ تھا..۱۸۹۷ء کی بات ہے سویٹزر لینڈ میں صیہونیوں کا ایک عظیم کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، اس میں یہ قرارداد پاس کیا گیا کہ فلسطین کو عالمی یہودیوں کا قومی وطن بنایا جائے گا۔ اس کے بعد تو دشمنِ عیار نے کوئی چال نہ چھوڑی..پھر ایک دن، قرہ صو (mizary qaraso) نامی یہودی اپنے دو با اثر رہنماؤں کے ساتھ استانبول پہنچا اور سلطان کے روبرو کھڑے ہو کر کہنے لگا...''میں صیہونی یہودیوں کا نمائندہ بن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ یہودیوں کو فلسطین آنے اور اپنے مقامات مقدسہ کی زیارات کرنے کی اجازت دے دیں۔ نیز یروشلم کے قرب وجوار میں یہودیوں کو مکان خریدنے اور سرمایہ کاری کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائیں۔ اگر آپ ہمارے ان مطالبوں کو قبول کریں گے تو ہم سلطنت عثمانیہ کا تمام قرض ادا کرنے کا ٹھیکہ لے لیتے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے لیے ایک بحریہ (سمندری فوج) قائم کر دیتے ہیں اور سلطنت عثمانیہ کی ترقی اور تعمیر نو کی خاطر اگلے سو سال کی مدت کے لیے ۳۵ ملین برٹش گولڈن لیرا کا غیر سودی قرضہ بھی دے دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم آپ کی پرائیویٹ تجوری کو بھی مالا مال کر دیں گے...ابھی اس نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی.... سلطان بپھر گیا اور اپنے حاشیہ برداروں کو خطاب کر کے کہنے لگا ''اس خنزیر کو آخر اندر آنے کس نے دیا؟'' اس نے تو انہیں جواب تک دینا گوارہ نہیں کیا...جب وہ باہر چلے گئے اپنے ایک مشیر، تحسین پاشا کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ'' ان بے شرم یہودیوں سے کہدو کہ سلطنت عثمانیہ کا مقروض ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ مقروض تو فرانس بھی ہے مگر اس سے اس کا کیا بگڑا؟! جب سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یروشلم کو فتح کیا ہے، وہ سرزمین اسلام کی ہوگئی۔ اب اس مقدس زمین کو بیچ کھانے کا عار میں اپنے سر نہیں لے سکتا اور نہ ہی میں اپنے لوگوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا سکتا ہوں اپنی دولت کو یہود اپنے ہی پاس رکھ لیں۔ عثمانیوں کو دشمنانِ اسلام کی دولت سے محل تعمیر کروانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے......اور یہ بھی سنادو کہ وہ فوراً یہاں سے نکل جائیں اور دوبارہ ادھر منہ اٹھا کر دیکھنے کی بھی کوشش نہ کریں...اس وقت تو وہ چلے گئے مگر یہودیوں کی جانب سے سلطان کو منانے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوششیں بدستور جاری رہیں۔ یہ واقعہ ۱۹۰۱ء کا تھا، بالکل اسی سال صیہونی تحریک کا بانی ہرٹزل (theodor hertz) استانبول پہنچا، وہ سلطان سے ملاقات کرنا چاہتا تھا...مگر سلطان نے اسکی خواہش جھڑک دی۔ اور اپنے وزیر اعظم سے کہلا بھیجا کہ ڈاکٹر ہرٹزل کو سمجھا دو کہ وہ اب آگے ایک قدم بھی نہ رکھے..میں ارض مقدس کی بالشت بھر زمین بھی انہیں نہیں دے سکتا..یہ میری اپنی زمین نہیں بلکہ یہ تو ساری ملت اسلامیہ کی مشترکہ دولت ہے۔ ملت نے طویل جدوجہد اور جان ومال کو کھپانے کے بعد اسے حاصل کیا ہے۔ ملت نے اپنے خون جگر سے اس سرزمین کی آبیاری کی ہے۔ اپنی دولت کا انبار تو یہود اپنے پلّو سے ہی باندھ رکھیں۔ اگر کسی دن اسلامی خلافت شکست سے دوچار ہوجاتی ہے..اس کے بعد تو وہ مفت ہی اسے حاصل کر سکتے ہیں....مگر جب تک میری جان میں جان باقی ہے..اور جب تک میں یہ یقین نہ کرلوں کہ دشمن کی تلوار واقعی میرے جسم میں پیوست ہوگئی ہے....ارضِ مقدس کی ایک اینٹ بھی اسلامی سلطنت سے الگ ہوتے برداشت نہیں کر سکتا۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہیں سے یہودیوں نے اپنے اصل کھیل کا آغاز کیا۔ ''دی گریٹ اسرائیل'' کے قیام کی خاطر انہوں نے خلافت کو کمزور کرنے اور اسکی بنیادوں میں رخنہ ڈالنے کی کوئی سازش ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ اور اس کے لیے انہوں نے وہ ساری دولت بھی خرچ کر ڈالی جسکی پیش کش کا انہوں نے سلطان سے تذکرہ کیا تھا۔

منزل کی جستجو میں

وہ ایک نیا راستہ تھا، بادشاہ وقت نے اس کی تعمیر کرائی تھی..ایک دن اس پر ایک ''بزرگ'' کا گذر ہوا، ابھی چند قدم کا فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ٹیکس کے کارندے نے آپ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگا جناب اس راستہ پر چلنے کے لیے ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، ورنہ آپ کو اپنا راستہ بدل دینا پڑے گا۔

بزرگ نے جواب دیا، ٹیکس!؟ مگر میں کیوں ادا کروں!؟ انہیں اس مطالبہ پر بڑی حیرانی تھی.....کارندے نے کہا..آپ کو اس پر چلنا ہو تو اس کی قیمت بھی چکانی ہی پڑے گی۔ یہ تو بادشاہ وقت کا تعمیر کردہ راستہ ہے.....بزرگ مسکرا دئے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوے کہنے لگے بادشاہ کا بنایا ہوا راستہ تو ہوگا...مگر یہ راستہ مجھے میری منزل تک تو نہیں پہنچائے گا؟ منزل کو پانے کے لیے تو اپنا راستہ خود متعین کرنا پڑتا ہے...میں نے اپنا راستہ خود ڈھونڈ نکالا ہے، ہٹو میرے راستہ سے....(انہوں نے اسے دھکیل ہی دیا تھا) مگر وہ ماننے والا کب تھا..ہولیا ان کے پیچھے...بزرگ سمجھانے لگے...دیکھو میاں! بادشاہ کا بنایا ہوا راستہ...تو صرف بادشاہ کے دربار تک ہی جائے گا مگر میں تو بہت دور تک جانے والا ہوں.....میری منزل تو اس زمین کا آخری کنارہ ہے! کیا تمہارے بادشاہ نے وہاں تک راستہ بنایا ہے!؟ اگر ہے تو ٹھیک ہے، میں ٹیکس ادا کر دیتا ہوں اور اگر نہیں تو پھر میرے راستہ سے ہٹ جاؤ...میرا وقت برباد مت کرو۔

رستہ کیسے بنتا ہے ؟ پوچھو بہتے پانی سے

مقابلہ کے شرائط

۱) یہ مقابلہ نومسلموں اور غیر عرب مسلمانوں کے لیے ہے۔

۲) اس مقابلہ میں مرد اور خواتین دونوں حصہ لے سکتے ہیں اور دونوں کے انعامات بھی الگ الگ ہوں گے۔

۳) نام درج کراتے وقت شناختی کارڈ پیش کرنا ضروری ہے۔

۴) گذشتہ مسابقہ میں جن لوگوں نے جس گروپ میں پہلی، دوسری یا تیسری پوزیشن حاصل کی ہے وہ اسی گروپ میں یا اس سے نیچے کے گروپ میں حصہ نہیں لے سکتے، بلکہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سے اوپر والے گروپ میں حصہ لیں۔

۵) نومسلم بھائیوں کے لیے ان کے قبول اسلام کی مدت کے تناسب سے جس گروپ کی تعیین کی گئی ہے، وہ اپنے متعین گروپ سے اوپر والے گروپ میں حصہ لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں۔

۶) نام درج کرانے کی آخری تاریخ 2009 - 08 - 23 ہوگی۔

۷) مقابلہ کی تاریخ 29 - 28 اگست 2009 (جمعہ اور ہفتہ) ہیں۔

۸) تقسیم انعامات کے لیے ایک تقریب رکھی جائے گی جس کی تاریخ کا تعیین بعد میں کیا جائے گا۔

آپ اپنا نام درجِ ذیل مقامات میں رجسٹر کر سکتے ہیں:

۱) ipc کا مرکزی دفتر (مردوں کے لیے) فون نمبر: 22444117

۲) ipc جھرا برانچ (مرد اور خواتین) فون نمبر 24558830

۳) ipc منقف برانچ (مرد اور خواتین) فون نمبر 23723002 - 23723101

۴) ipc خیطان برانچ (مرد اور خواتین) فون نمبر 24735845-24735627

۵) ipc روضہ "شعبہ خواتین" (خواتین) فون نمبر 22511305 - 22577301

۶) ipc صباحیہ آفس (مرد اور خواتین) فون نمبر 23620332

۷) ipc وفرہ برانچ (مردوں کے لیے) فون نمبر: 23810308

۸) ipc امغرہ برانچ (مردوں کے لیے)

۹) ipc کبد برانچ (برائے حضرات) فون نمبر 97659993

۱۰) ipc سالمیہ برانچ (مرد اور خواتین) فون نمبر 27648812-25733263

۱۱) ipc مرکز فلپینی فروانیہ (مرد اور خواتین) فون نمبر 97329630 - 24712574

مراکز برائے امتحان

۱) ipc مرکزی دفتر (مسجد ملا صالح) (مردوں کے لیے)　　(۲) روضہ "شعبہ خواتین" (خواتین کے لیے)

مقابلۂ حفظ میں شرکت کے امیدوار نیچے دئے گیے فارم پُر کر کے متعلقہ برانچ میں پہنچائیں۔

نام : ....

شناختی کارڈ نمبر: ....

جنس : مرد .... عورت ....

وطن : ....

موبائل نمبر : ....

کیا آپ گذشتہ سال کے مقابلہ میں شریک تھے۔ ہاں .... نہیں ....

اگر شریک تھے تو کتنے پارے میں؟ ....

کس گروپ کے کس مقابلہ میں آپ شریک ہونا چاہتے ہیں ....

(نوٹ: داخلہ فارم پر کرتے وقت موبائل نمبر لکھنا ضروری ہے)

حفظ قرآن کا آٹھواں انعامی مقابلہ

پہلا گروپ
۱۵ سال سے کم عمر والوں کے لیے

۱۔ایک پارہ کا مقابلہ: پہلا انعام: ۸۰ دینار۔دوسرا انعام: ۷۰ دینار۔ تیسرا انعام: ۶۰ دینار

۲۔آدھا پارہ کا مقابلہ: پہلا انعام: ۶۰ دینار۔دوسرا انعام: ۵۰ دینار۔ تیسرا انعام: ۴۰ دینار

۳۔۱۳ سورتوں کا مقابلہ: پہلا انعام: ۵۰ دینار۔دوسرا انعام: ۴۰ دینار۔تیسرا انعام: ۳۰ دینار

(ہر انعام کے دو حقدار ہونگے ایک لڑکا اور ایک لڑکی)

دوسرا گروپ
نو مسلموں کے لیے

۱۔ایک پارہ کا مقابلہ:

۲۔۲۰ سورتوں کا مقابلہ (جنہیں مسلمان ہوئے ۳ سے ۵ سال ہو چکے ہیں)

۳۔۱۲ سورتوں کا مقابلہ (جنہیں مسلمان ہوئے ۱ سے ۳ سال ہو چکے ہیں)

۴۔۷ سورتوں کا مقابلہ (جنہیں مسلمان ہوئے ایک سال سے بھی کم مدت ہے)

ہر مقابلہ کا پہلا انعام ۸۰ دینار دوسرا انعام ۷۰ دینار اور تیسرا انعام ۶۰ دینار

(ہر انعام کے دو حقدار ہونگے ایک مرد اور ایک عورت)

تیسرا گروپ
غیر عرب مسلمانوں کے لیے

۱) ۳ پاروں کا مقابلہ: پہلا انعام ۱۵۰ دینار۔دوسرا انعام ۱۴۰ دینار۔تیسرا انعام ۱۳۰ دینار

۲) ۲ پاروں کا مقابلہ: پہلا انعام ۱۱۰ دینار۔ دوسرا انعام ۱۰۰ دینار۔ تیسرا انعام ۹۰ دینار

۳) ایک پارے کا مقابلہ: پہلا انعام ۸۰ دینار۔ دوسرا انعام ۷۰ دینار۔ تیسرا انعام ۶۰ دینار

۴) آدھا پارے کا مقابلہ: پہلا انعام ۶۰ دینار۔ دوسرا انعام ۵۰ دینار۔ تیسرا انعام ۴۰ دینار

(ہر انعام کے دو حقدار ہونگے ایک مرد اور ایک عورت)

دعا

یارب مجھے دینا ہوتو تیری رضا دے
دے سب کو تو،سب دے تو، مجھے سب سے جدا دے

دنیا کی نہ ہو کوئی تمنا مرے دل میں
ایسا غمِ عقبیٰ تو مرے دل میں بسادے

جینا ہو مرا تیرے لیے ، سب کے لیے بھی
بیگانہ بھی خوش ہو کے مجھے دل سے دعا دے

حائل نہ رہے شاہد و مشہود میں کوئی
آئینۂ دل کو مرے تو ایسی جلا دے

سج دھج سے مرے شوق کی ایک حشر بپا ہو
تو آتشِ وحشت کو مری ایسی ہوا دے

کھوجاؤں بکھرکر میں تری راہِ وفا میں
خاکی ہوں مری خاک کو تو دھول بنادے

بہہ جائے مری آنکھ سے وہ اشکِ ندامت
جو آتشِ دوزخ کو بھی گلزار بنادے

طالب ہے سدا تری ہی رحمت کا طلبگار
ویسے تو جسے چاہے سزا دے کہ جزا دے

طالب نائطی

دعا

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرمادے ، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرہ کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلادے

بھٹکے ہوے آہو کو ، پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو ، پھر وسعتِ صحرا دے

پیدا دلِ ویراں میں پھر شورشِ محشر کر
اس محملِ خالی کو پھر شاہدِ لیلا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرمادے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خودداریِ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے

بے لوث محبت ہو بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورتِ مینا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کے شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

علامہ اقبالؒ

کتابیں آپ کے بہترین دوست ہیں

اچھا ساتھی، اچھا دوست قدرت کا انمول تحفہ ہے۔ دوست وہ جو آپ کی خامیوں پر آپ کو ٹوکے نہ کہ وہ جو آپ کے سامنے آپ کی تعریفوں کے پل باندھے۔ دوست وہ جو آپکو اچھے برے کی پہچان کروائے۔ وہ دوست، دوست نہیں ہوتا جو آپ کی ایسی شرارتوں پر جس سے دوسرے کا نقصان یا دل شکنی ہو، اُس پر ہنسے اور آپ کا ساتھ دے۔ بچے ہیں تو شرارت بھی کریں گے، مگر جس میں دوسروں کی دل شکنی اور بڑوں کی بے ادبی ہو وہ شرارت نہیں خباثت ہوتی ہے۔ اور یہ شیطانی عمل ہے۔ آپ اپنی شرارتوں سے والدین اور اساتذہ کو ناراض بالکل نہ کریں۔ اچھا دوست وہی ہوتا ہے جو آپ کو برے کاموں سے باز رکھے۔ اچھا دوست تلاش کرنا آپ کا کام ہے۔ ؎

زمانہ ناز کرے جو بھی رہگذر چلیے
بنا کے ایسا کوئی اپنا ہمسفر چلیے

وہ آپکا دوست نہیں جو آپ کی کامیابی پر رنجیدہ اور ناکامی پر خوش ہوتا ہو۔ سکول میں آپ کی اعلیٰ پوزیشن پر جو آپ سے حسد کرے وہ بھی آپکا دوست نہیں۔ شرارت خود کرے اور نام کسی اور کا لگائے وہ بھی آپکا دوست نہیں۔ جو آپ کو سکول سے بھاگ جانے کا مشورہ دے اور چھٹی کے بعد گھر بتائے بنا کھیلنے لے جانے والا بھی آپکا دوست نہیں۔

اچھے سے اچھے دوست بھی بعض اوقات ناراض ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک دوست ایسا بھی ہے جو آپ کی تنہائیوں کا بہترین ساتھی ہے۔ بوریت میں آپ کے کام آتا ہے۔ آپ سے بے وفائی نہیں کرتا۔ ایک ایسا دوست جس کو آپ کہیں بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ وہ نہ آپ پر بوجھ بنے گا اور نہ آپ کو ستائے گا۔

پیارے بچو! اب آپ اچھی طرح سمجھ گیے ہوں گے کہ یہ آپ کے وفادار دوست کون ہیں؟ ہاں بالکل ٹھیک سمجھا آپ نے۔ اچھی کتابیں ہی آپ کے بہترین ساتھی اور وفادار دوست ہیں۔

کامیابی

کچھ کر دو لے کے نام خدا کچھ نہ کرنا بڑی خرابی ہے
کامیابی کچھ اور چیز نہیں کام کرنا ہی کامیابی ہے
(حالیؔ)

پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھکو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا
آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا، اپنی خوشی سے جانا
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا
وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سے مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ
آتیں نہیں صدائیں اس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں
کیا بد نصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں
آئی بہار، کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں
اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہیں قفس میں، میں غم سے مر نہ جاؤں
جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے، غم دل کو کھا رہا ہے
گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
دکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے
آزاد مجھکو کر دے او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے
(علامہ اقبالؒ)

سوائن فلو

آپ اپنی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں؟

کھانسی اور چھینک کے دوران کاغذی رومال (ٹیشو پیپر) استعمال کریں۔

استعمال کے بعد رومال کو کوڑا دان میں ڈال دیں۔

ہاتھوں کو ہمیشہ صابن اور پانی سے دھو کر صاف رکھیں۔

فلو کے آثار ظاہر ہوتے ہی ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

اگر آپ میں بیماری کے اثرات ظاہر ہو جائیں تو لوگوں سے میل جول رکھتے ہوئے کم از کم ایک میٹر کا فاصلہ ضرور رکھیں۔

فلو کے آثار ظاہر ہونے کے بعد گھر چھوڑ کر کام، اسکول یا پھر کہیں بھی بھیڑ بھاڑ کی جگہ نہ جائیں۔

دوسروں سے ملاقات کے دوران ہاتھ ملانے یا گلے ملنے سے احتراز کریں۔

ہاتھوں کو دھونے سے پہلے ناک، منہ اور آنکھوں کو چھونے سے پرہیز کریں۔